رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں

جمع وترتیب

پیر جی سید مشتاق علی

ناشر پیر جی سید عبدالمبین محلہ گوبندگڑھ گلی نمبر ۸، کالج روڈ گوجرانوالہ

فہرست مضامین

App Link: http://tinyurl.com/DifaEahnaf

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل سنت والجماعت احناف کا غیر مقلدین سے جنازہ کے بہت سے مسائل میں اختلاف ہے ان مسائل میں جو سب سے زیادہ مسئلہ عوام میں پھیلایا جاتا ہے وہ جنازہ میں قرأۃ کا مسئلہ ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک جنازہ کی نماز میں قرأت کرنا فرض ہے اگر نہیں کی تو جنازہ نہیں ہوگا۔

پھر قرأت میں بھی وہ اختلاف کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ قرأت کے دو حصے ہیں ایک ہے فاتحہ کی قرأت اور ایک ہے فاتحہ کے بعد والی سورہ کی قرأۃ۔ فاتحہ کی قرأۃ تو ان کے نزدیک جنازہ کی نماز میں فرض ہے اور اگر کسی نے نہیں کی تو جنازہ نہیں ہوا اور اگر فاتحہ کے علاوہ دوسری سورۃ کسی نے نہیں پڑھی تو جنازہ تو ہو جائے گا مگر سنت کے خلاف پھر بھی ہوگا۔

احناف کا مسلک:

اہل سنت احناف کہتے ہیں کہ جنازہ کی نماز میں سرے سے قرأۃ ہی نہیں ہے نہ فاتحہ کی اور نہ کسی دوسری سورت کی۔

ہم نے اس رسالہ میں یہ ہی ثابت کیا ہے کہ جنازہ کی نماز میں قرأۃ نہیں ہے اور فریق مخالف کے دلائل کا جواب بھی دیا ہے۔

ہم نے یہ رسالہ اپنے اکابر کی کتابوں سے استفادہ کر کے تیار کیا ہے۔ خاص نماز جنازہ کے مسائل پر لکھی جانے والی کتابیں بھی کافی دیکھی ہیں۔ مگر ان سب میں تین کتابیں زیادہ ہمارے پیش نظر رہی ہیں جن سے ہم نے خوب استفادہ کیا ہے۔

(۱) ''نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی شرعی حیثیت'' مصنف مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ

(۲) ''کیا نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا سنت ہے'' یہ کتاب 23x36/16 سائز کے 150 صفحات پر مشتمل ہے اس کے مصنف بنوری ٹاؤن کے استاذ الحدیث حضرت مولانا ابو یوسف محمد ولی درویش ہیں، بہت اچھی کتاب ہے۔

(۳) ''صلوٰۃ الجنازۃ صرف دعا ہے'' اس کے مصنف مولانا رحمت اللہ صاحب ہیں یہ رسالہ 20x30/16 سائز کے 32 صفحات پر مشتمل ہے۔ بہت ہی اچھا رسالہ ہے اس پر امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کی تقریظ بھی ہے۔ ہم نے اس رسالہ سے کافی فائدہ اٹھایا ہے پھر خیال آیا کہ اصل رسالے کو ہی شائع کر دیں مگر کہیں کہیں ترمیم واضافے کی ضرورت محسوس ہوئی جب وہ کرنی شروع کی تو بہت زیادہ پھیل گئی۔ اس لیے پھر ہم نے مناسب خیال کیا کہ اپنے نام سے خود ساری کتاب کی ذمہ داری اٹھا کر شائع کر دیں اس طرح یہ رسالہ وجود میں آیا یوں سمجھ لیں کہ اصل رسالہ تو مولانا رحمت اللہ ہی کا ہے۔ بندہ نے صرف موجودہ دور کے مطابق جہاں ضرورت محسوس کی کچھ ترمیم واضافہ کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو قرآن وسنت پر صحیح معنوں میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

احقر

سید مشتاق علی

15-7-2023

غیر مقلدین کا عمل

یعنی غیر مقلدین جس طرح نماز جنازہ پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہے۔
یہ لوگ پہلی تکبیر کے بعد سات کام کرتے ہیں:
(۱) ثناء پڑھتے ہیں۔
(۲) تعوذ (اعوذ بالله من الشيطان الرجيم) پڑھتے ہیں۔
(۳) تسمیہ (بسم الله الرحمن الرحيم) پڑھتے ہیں۔
(۴) سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں۔
(۵) آمین کہتے ہیں۔
(۶) پھر بسم اللہ پڑھتے ہیں۔
(۷) پھر کوئی سورۃ پڑھتے ہیں۔
دوسری تکبیر کے بعد خاص نماز والا درود (یعنی درود ابراہیمی) پڑھتے ہیں۔
تیسری تکبیر کے بعد ان کا امام سات آٹھ دعائیں پڑھتا ہے اور خود بھی روتا ہے اور مقتدیوں کو بھی رلاتا ہے اور مقتدی اس کے پیچھے اس کی دعا پر آمین آمین پکارتے ہیں۔
چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے ہیں۔
ہم نے بات کو مختصر کرنے کے لیے صرف خاص خاص باتیں ذکر کی ہیں ویسے ان کے علاوہ اور بھی ایسے اعمال ہیں جو یہ نماز جنازہ میں کرتے ہیں۔
یہ تمام باتیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے علماء نے ان کو اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے۔
کچھ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔
(۱)...... مولانا عطاء اللہ حنیف غیر مقلد لکھتے ہیں:

نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ باقاعدہ وضو کر کے قبلہ رو ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ کر سینہ پر ہاتھ باندھ لے اور ثناء، تعوذ، بسم اللہ اور سورۃ فاتحہ پڑھے۔ پھر دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پھر تیسری تکبیر کے بعد یہ مسنون دعائیں پڑھے اور چوتھی کے بعد سلام پھیر دے۔

(عون المعبود کتاب الجنائز، پیارے رسول کی پیاری دعائیں ص ۵۱، حاشیہ نمبر ۲)

عطاء اللہ حنیف نے سات میں سے چار باتیں ذکر کی ہیں:

(۱) ثناء (۲) تعوذ (۳) تسمیہ (۴) سورۃ فاتحہ

(۲)......مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

پہلی تکبیر کے بعد ثناء، سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت اس کے ساتھ ملائی جائے۔

(رسول اکرم کی نماز ص ۲۷) اس سے پانچویں بات ثابت ہوئی یعنی سورۃ ملانا۔

(۳)......حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

پہلی تکبیر (اللہ اکبر) کے بعد حمد وثنا، سورۃ فاتحہ اور کوئی ایک سورت پڑھی جاتی ہے۔

دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔

تیسری کے بعد میت کی مغفرت کے لیے وہ دعائیں پڑھی جاتی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیا جاتا ہے۔ (نماز محمدی ص ۴۶، مطبوعہ دار السلام لاہور)

اس میں خاص درود ابراہیمی کا ذکر موجود ہے۔

(۴)......مولانا عبد القہار غیر مقلد مسائل جنازہ ص ۲۳ میں لکھتے ہیں۔

دونوں درود شریف جو نماز میں پڑھے جاتے ہیں پڑھے۔

(۵)......مولانا محمد صادق سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

امام اور سب لوگوں کو بڑے خلوص اور عاجزی سے رو رو کر میت کے لیے دعائیں کرنا چاہیے۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۴۳۶)

اس سے رونا اور رولانا ثابت ہوا۔

غیر مقلدین علماء نے جو طریقہ لکھا ہے یعنی پہلی تکبیر کے بعد ثنا، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، آمین پھر تسمیہ اور سورۃ پڑھتے ہیں کسی ایک صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی تکبیر کے بعد یہ سات چیزیں نماز جنازہ میں اسی ترتیب سے پڑھی ہوں۔

دوسری تکبیر کے بعد خاص کر درود ابراہیمی جنازہ کی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہو یا پڑھنے کا حکم دیا ہو صرف ایک صحیح حدیث پیش کریں۔

تیسری تکبیر کے بعد ان کا امام سات آٹھ دعائیں پڑھتا ہے ایک صحیح صریح حدیث پیش فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص تیسری تکبیر کے بعد ایک جنازہ پر کئی دعائیں پڑھنے کا حکم دیا ہو یا خود پڑھی ہوں۔ اکثر غیر مقلدین کا امام اونچی آواز سے یہ دعائیں پڑھتا ہے اور مقتدی پیچھے آمین آمین پکارتے ہیں اور روتے ہیں یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ثابت ہے تو وہ حدیث پیش کریں۔

ہم نے جو طریقہ لکھا ہے ان کا عمل یہ ہی ہے چونکہ اکثر دیکھنے میں یہ ہی آتا ہے۔

اس عمل پر ان کا دعویٰ:

ان کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ طریقہ ہی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اہل سنت والجماعت حنفیوں کا طریقہ خلافِ سنت ہے۔

(۱)......مولانا اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

کرایہ دار مولوی صاحبان جنازہ جلدی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۱۲۷)

(۲)......مولانا صادق سیالکوٹی اہل سنت کے جنازہ کے متعلق لکھتے ہیں:

چار تکبیر نماز جنازہ اللہ اکبر جھٹ دوسری تکبیر ہوئی وہ تیسری اور وہ چوتھی مع التسلیم

(صلوٰۃ الرسول ص ۴۳۸)

(۳)......مزید لکھتے ہیں:

ٹھہر ٹھہر کر خلوص سے با دیدہ تر پڑھا کرو تا کہ میت کی پوری خیر خواہی اور حق ادا ہو۔

(صلوٰۃ الرسول ص ۴۳۸، ۴۳۹)

ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ ان کا عمل اور دعویٰ ذکر کر دیا ہے اور جہاں تک ہمارے طریقے کا تعلق ہے اس کو ہم اصل کتاب میں ادلہ اربعہ سے ثابت کریں گے۔ ان شاء اللہ

باب اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام على محمد خاتم الانبياء وعلى آله واصحابه اجمعين

نماز جنازہ درحقیقت دعا ہے:

برادران ملت!

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ نماز جنازہ درحقیقت دعا ہے میت کے لیے مجازاً اس کو نماز کہا جاتا ہے، کیونکہ حقیقتاً نماز وہ ہوتی ہے جس میں رکوع اور سجود ہو اور نماز جنازہ میں نہ رکوع اور نہ سجدہ ہے ہاں صلوٰۃ اور نماز کا اطلاق اس پر درست ہے اور غیر مقلدین حضرات کو اس کا اقرار ہے جیسے ان کے مشہور و معروف عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں:

ان هذه الصلاة دعاء للميت و استغفار والاستكثار والمبالغته مطلوب فيها. (عون المعبود شرح ابی داؤد، ج۳، ص۱۹٤)

ترجمہ، کیونکہ یہ نماز میت کے لیے دعا اور استغفار ہے ان دونوں میں کثرت و مبالغہ مقصود ہے۔

اور علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

مقصود الصلوة على الميت هو الدعاء للميت. (زادالمعاد ج۱، ص۱۴۱)

ترجمہ: میت پر نماز پڑھنے سے مقصود دعا ہی ہے۔

اور اس نظریہ میں علماء احناف بھی ان سے متفق ہیں۔

چنانچہ علامہ شمس الدین السرخسی حنفی ارشاد فرماتے ہیں:

ان الصلاة فى اللغة الدعاء واشتراطه الطهارة واستقبال القبلة فيها لا يدل على انها صلاة حقيقة. (مبسوط سرخسی ج۲، ص ٦٤)

ترجمہ: صلوٰۃ کا لغوی معنی دعا ہے اس میں طہارۃ و استقبال قبلہ کی شرط اس بات پر دلالت

نہیں کرتی کہ یہ حقیقتاً نماز ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی حنفی فرماتے ہیں:

لانها ليست بصلاة حقيقة انما هي دعاء و استغفار للميت الا ترى انه ليس فيها الاركان التي يتركب منها الصلاة من الركوع والسجود الا انها تسمى صلاة لما فيها من الدعاء.

(اوجز المسالك شرح موطا امام مالك ج١ ص ٤٥٦)

ترجمہ: وہ حقیقتاً نماز نہیں بلکہ وہ دعا ہے اور استغفار ہے میت کے لیے کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اس میں وہ ارکان ہی نہیں جن سے نماز مرکب ہوتی ہے یعنی رکوع وسجدہ اور اس کا نام نماز اس لیے رکھا گیا کہ اس میں دعا ہے۔

احادیث سے اس کا ثبوت

علماء کے اقوال کے بعد اب وہ احادیث درج کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ دعا ہے۔

حدیث نمبر ۱:

عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء (ابوداؤد ج ۲، ص ۱۰۰ اور ابن ماجہ ص ۱۰۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لیے خالص دعا کرو۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے فرمایا ہے کہ اس کو بیہقی اور ابن حبان نے بھی روایت کیا اور اس کو صحیح کہا ہے۔ (عون المعبود ص ۱۸۸)

اور مولانا محمد سلیمان کیلانی غیر مقلد صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کو امام بیہقی اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ (مشکوٰۃ مترجم ج ۲ ص ۱۳۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں مقصود یہ ہے کہ میت کے لیے خالص دعا کی جائے اور ظاہر امر ہے کہ دعا عام ہے اور یہ سورہ فاتحہ ہی میں منحصر نہیں ہے۔

حدیث نمبر۲:

عن ابی ھریرۃؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی علی الجنازۃ قال اللھم اغفر لحینا ومیتنا. (الحدیث)

(ابوداؤد ج ۲، ص ۱۰۰، ترمذی ج ۱ ص ۱۵۴، ابن ماجہ ص ۱۰۷)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پر نماز پڑھتے تو فرماتے اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مردوں کو، الخ

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو میت کے لیے دعا مغفرت کرتے تھے، اگر سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تو ضرور اس کا بھی ذکر کیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا، معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں میت کے لیے بخشش کی دعا ہی مقصود ہے۔

حدیث نمبر۳:

عن عوف بن مالکؓ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجنازۃ فحفظت من دعائہ وھو یقول اللھم اغفر لہ وارحمہ. (الحدیث)

(مسلم ج ۱، ص ۳۱۱، ابن ماجہ ص ۱۰۸)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز پڑھی تو میں نے آپ کی دعا یاد کر لی آپ فرما رہے تھے اے اللہ اس کو بخش اور اس پر رحم فرما۔ الخ

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تھی ورنہ حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے کہ میں نے فاتحہ اور دعا دونوں کو یاد کر لیا بلکہ صرف دعا کے یاد کرنے کا ذکر کرتے ہیں نہ کہ سورۃ فاتحہ کا۔

حدیث نمبر۴:

عن واثلۃ بن الاسقع قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رجل من المسلمین (فسمعتہ یقول اللھم ان فلان بن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقہ من فتنۃ القبر و عذاب النار وانت اھل الوفا والحق اللھم اغفر

له وارحمه انك انت الغفور الرحیم. (ابوداؤد ج ۲،ص ۱۰۱، ابن ماجہ ص ۱۰۸)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان آدمی کی نماز جنازہ ہمیں پڑھائی تو میں نے سنا کہ آپ فرمارہے تھے اے اللہ یہ فلاں بیٹا فلاں تیری امان میں ہے اور تیری پناہ میں ہے اس کو قبر اور دوزخ کے عذاب سے بچا تو وعدہ پورہ کرنے والا اور سچائی والا ہے اے اللہ اس کو بخش دے اس پر رحم فرما بے شک تو ہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں مقصود دعا ہی ہے ورنہ حضرت واثلہؓ بن اسقع جیسے دعا کے سننے کا بیان کرتے ہیں تو سورہ فاتحہ کا ذکر بھی کرتے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ دعا تو سنیں اور سورۃ فاتحہ نہ سنیں اور یوں بھی نہیں ہوسکتا کہ سورہ فاتحہ سنیں اور ذکر نہ کریں۔

حدیث نمبر ۵:

عن ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا صلی علی المیت قال اللهم اغفر لحینا ومیتنا (الحدیث: مجمع الزوائد ج ۳، ص ۳۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز جنازہ پڑھتے تو فرماتے اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو اور مردوں کو، الخ

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اسناده حسن کہ اس کی اسناد حسن ہے حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی نماز جنازہ پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے سورہ فاتحہ کے دعائے مغفرت کی ہے یا کم از کم جن جنازوں میں حضرت ابن عباسؓ شریک ہوئے ہیں۔ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی بلکہ دعائے مغفرت ہی کی ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھتے تو دعائے مغفرت کرتے تھے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے تو حضرت ابن عباسؓ یہ فرماتے کہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نماز جنازہ پڑھتے تھے تو سورہ فاتحہ اور دعائے مغفرت کرتے تھے لیکن ایسا نہیں کہا۔
حاصل کلام یہ ہے کہ ان تمام مذکورہ بالا دلائل سے یہ امر اظہر من الشمس ہو گیا کہ نماز جنازہ میں صرف میت کے لیے دعاء مغفرت ہی مقصود ہے بلکہ درحقیقت نماز جنازہ دعا ہی ہے، ہاں مجازاً اس کو نماز کہا جاتا ہے، اس میں کسی قسم کی قرأت کا کوئی تعلق نہیں خواہ سورۃ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورۃ ہو۔

دعاء کا مسنون طریقہ

دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء کی جائے پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے اس کے بعد دعا کی جائے اور یہ طریقہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔
حدیث:

عن فضالة بن عبيد يقول سمع النبى صلى الله عليه وسلم رجلاً يدعو فى صلاته فلم يصل على النبى صلى الله عليه وسلم فقال النبى صلى الله عليه وسلم عجل هذا ثم دعاه فقال له او لغيره اذا صلى احدكم فليبدأ بتحميد الله والثناء عليه ثم ليصلى على النبى صلى الله عليه وسلم ثم ليدع بعد ما شاء. (ابوداؤد ج ا، ص ۲۱۵، ترمذی ج ۲، ص ۲۰۷، ابواب الدعوات)

ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبید فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا جو اپنی نماز میں دعا کر رہا تھا اور اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا تو فرمایا اس نے جلدی کی ہے اس کو بلا کر اس سے یا دوسروں سے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اللہ کی ثناء سے شروع کرے پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا کرے۔
امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے، ج ۲، ص ۲۰۷ اور امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے (مستدرک ج ا، ص ۲۳۰)

اس سے واضح ہو گیا کہ دعا کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف وثناء ہو پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو اس کے بعد دعا کی جائے۔

الحمدللہ ہم اہل سنت والجماعت حنفی اسی طریقہ سے جنازہ میں کرتے ہیں۔

نماز جنازہ کا مسنون طریقہ

حدیث نمبر ۱:

عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیه انه سأل ابا هریرةؓ کیف تصلی علی الجنازة فقال ابو هریرةؓ لعمر الله اخبرك أتبعها من اهلها فاذا وضعت کبرت وحمدت الله وصلیت علی نبیه ثم اقول اللهم عبدك وابن عبدك وابن امتك کان یشهد ان لا اله الا انت وان محمداً عبدك ورسولك وانت اعلم به. (الحدیث) (موطا امام مالك ج۱ ص ۲۰۹)

ترجمہ: حضرت ابوسعید المقبری نے حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کس طرح پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا اللہ کی بقا کی قسم میں تمہیں خبر دوں گا میں جنازہ کے ساتھ اس کے گھر سے آتا ہوں جب وہ رکھا جاتا ہے تو میں تکبیر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں پھر کہتا ہوں کہ اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا اور تیری لونڈی کا بیٹا ہے یہ گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں اور تو اس کو جانتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس ترتیب سے نماز جنازہ پڑھنا مسنون ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء ہو پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو پھر میت کے لیے دعا مغفرت ہو اور یہ حدیث صحیح اور مستند ہے کیونکہ یہ حدیث موطا امام مالک کی ہے اور اور موطا امام مالک کی احادیث صحیح اور مسند ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ **ما علی الارض کتاب الله اصح من کتاب مالك.** (مصفی شرح موطا ص ۔، مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

ترجمہ: زمین کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کے بعد کوئی ایسی کتاب نہیں جو موطاامام مالک سے زیادہ صحیح ہو۔ اس سے بڑھ کر حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں:

کہ موطا گویااصل و ام صحیحین است و در کمال شهرت رسیده. (عجالہ نافعہ ص ۳)

ترجمہ: موطاامام مالک گویا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی اصل اورام ہے، اور شہرت میں کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ موطا امام مالک بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں سے درجہ میں بلند ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ ارشادفرماتے ہیں کہ همه آن مسند است از غیر طریق مالك. (مصفی ص ۷).

ترجمہ: وہ تمام احادیث جوموطا امام مالک میں ہیں وہ سب مسند ہیں امام مالک کے طریقہ کے سوااورطریق سے۔

حدیث نمبر۲:

عن علاء بن المسيب عن ابيه عن علی انه كان اذا صلى على الميت بيد أبحمد الله ويصلى على النبى صلى الله عليه وسلم ثم يقول اللهم اغفر لاحيائنا و امواتنا والف بين قلوبنا واصلح ذات بيننا و اجعل قلوبنا على قلوب خيارنا. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۵)

ترجمہ: علاء بن مسیّب اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں وہ حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں حضرت علی خلیفہ رابع جب بھی نماز جنازہ پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف سے شروع کرتے پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے پھر کہتے اے اللہ ہمارے زندوں اور ہمارے مُردوں کو بخش دے اور ہمارے دلوں میں الفت ڈال اور ہمارے آپس کے معاملات کو درست کر اور ہمارے دلوں کو ہمارے بہترین لوگوں کے دلوں کی طرح کردے۔

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ خلیفہ رابع حضرت علیؓ بھی اس طریقہ کو مسنون سمجھتے تھے کہ نماز جنازہ کو ثناء سے شروع کیا جائے پھر درود شریف اور اس کے بعد میت کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔

حدیث نمبر ۳:

عن ابی شہاب قال اخبرنی ابو امامة بن سہل بن حنیف و کان من کبراء الانصار و علماء هم و أبناء الذین شهدوا بدرًا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم اخبره رجال من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الصلوة علی الجنازة ان یکبرا الامام ثم یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ویخلص الصلوٰة فی تکبیرات الثلاث ثم یسلم تسلیماً خفیاً حین ینصرف والسنة ان یفعل من ورائه مثل ما فعل إمامه قال الزهری حدثنی بذالك ابو امامة و ابن المسیب یسمع فلم ینکر ذالك علیه قال ابن الشهاب فذکرت الذی اخبرنی ابو امامة من السنة فی الصلوة علی المیت لمحمد بن سوید قال و انا سمعت الضحاك بن قیس یحدث عن حبیب بن مسلمة فی صلوة صلاها علی المیت مثل الذی حدثنا ابو امامة: هذا حدیث صحیح علی شرط شیخین وقال الذهبیؒ علی شرطهما (مستدرک ج ۲ ص ۳۶۰)

ترجمہ: حضرت ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابوامامہؓ نے خبر دی اور وہ انصار کے بڑوں سے تھے اور ان کے علماء میں سے تھے اور ان کی اولاد میں سے تھے جو جنگ بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے حضرت ابوامامہؓ کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ نے خبر دی نماز جنازہ کی کہ امام تکبیر کہے پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور خالص دعا کرے تینوں تکبیروں میں پھر سلام آہستہ کہے جب نماز سے پھرے اور سنت یہ ہے کہ مقتدی وہ کرے جو امام نے کیا ہے، حضرت امام زہری فرماتے

ہیں کہ مجھے حضرت ابوامامہ بتا رہے تھے اور حضرت ابن مسیّب سن رہے تھے مگر انہوں نے انکار نہ کیا حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں کہ میں نے ذکر کیا اس کا جس کی مجھے خبر دی ابوامامہ نے جو نماز جنازہ میں سنت ہے واسطے حضرت محمد بن سوید کے تو انہوں نے فرمایا میں نے سنا حضرت ضحاک بن قیس سے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حبیب بن مسلمہ سے اس نماز میں جو انہوں نے پڑھی تھی میت پر مثل اس کے جس کی حضرت ابوامامہ نے خبر دی اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط پر اور علامہ ذہبی فرماتے میں یہ حدیث صحیح ہے بخاری و مسلم کی شرط پر۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جنازہ میں تکبیر اور درود شریف اور میت کے لیے دعا مغفرت سنت ہے کیونکہ کئی حضرات صحابہ کرام نے حضرت ابوامامہ کو اس طریقہ کی خبر دی ہے اور اس کو لفظ سنت سے تعبیر کر رہے ہیں بلکہ اسی حدیث میں ابوامامہ بھی مذکورہ طریقہ سنت سے بیان کر رہے ہیں اور سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کا کوئی صحابی بھی ذکر نہیں کرتا تو ظاہر ہے کہ سنت یہی طریقہ ہوگا کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے بلکہ اخلاص سے اس کی مغفرت کی دعا کی جائے۔

حدیث نمبر۴:

عن ابی هريرة أنه سأل عبادة بن الصامتؓ عن الصلوة على الجنازة فقال انا والله اخبرك تبدأ فتكبر ثم تصلى على النبى صلى الله عليه وسلم ويقول اللهم ان عبدك فلان بن فلان لا يشرك بك وانت اعلم به. (الحديث)

(زادالمعاد ج۱ ص۱۴۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے پوچھا کہ نماز جنازہ کیسے ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی قسم میں تجھے خبر دوں گا کہ شروع کر تو تکبیر کہہ کر پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور کہہ اے اللہ یہ تیرا بندہ فلاں بیٹا فلاں کا ہے اور وہ تیرے

ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا تھا اور تو اس کو جانتا ہے۔

اس روایت میں واضح بیان ہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے جو حضرت ابو ہریرہؓ کو طریقہ نماز جنازہ بتا رہے ہیں بجائے سورۃ فاتحہ کے تکبیر و درود اور میت کے لیے دعائے مغفرت کا طریقہ بتایا ہے۔

حدیث نمبر ۵:

امام محمد الحسن الشیبانی المتوفی ۱۸۹ھ نقل کرتے ہیں

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی حمد و ثناء دوسری کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، تیسری کے بعد میت کے لیے دعا اور چوتھی کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔ (کتاب الآثار، امام محمد ص ۴۸، باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ)

حدیث نمبر ۶:

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان العسی الکوفی نقل کرتے ہیں:

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کی پہلی تکبیر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے گی، دوسری تکبیر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے گا اور تیسری میں میت کے لیے دعا و استغفار اور چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص ۱۷۹، باب ما یبدا بہ فی التکبیرۃ الاولیٰ فی الصلاۃ علیہ)

خلاصہ کلام:

ان مذکورہ تمام روایات کو لانے سے یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ نماز جنازہ سنت کے مطابق یہی ہے کہ شروع میں تکبیر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ثناء کی جائے پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا جائے، اس کے بعد میت کے لیے دعاء مغفرت کی جائے۔

اور ان روایات میں کسی ایک صحابی کا بھی یہ عمل نہیں بیان ہوا کہ وہ سورہ فاتحہ کو نماز جنازہ

میں پڑھتے تھے اور اس کو سنت جانتے تھے بلکہ اس کے برعکس ثناء اور درود شریف اور میت کے لیے دعا مغفرت کو نماز جنازہ میں سنت سمجھتے ہیں بلکہ کئی حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہو چکا ہے کہ اسی طریقہ کو وہ لفظ سنت سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوامامہ نے بیان کیا ہے۔

فریق مخالف بھی اسی طریقے کو تسلیم کرتے ہیں:

فریق مخالف کے بعض بڑے علماء جیسا کہ ان کے بزرگ مولانا شمس الحق عظیم آبادی اشاد فرماتے ہیں:

و المقصود من صلوة الجنازة لطلب المغفرت للميت ولا يقبل الله الدعاء ولا يستجيبه حتى يبدأ اولاً بالثناء ثم بالصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم ثم ياتى بالدعاء. (عون المعبود ج اص ۱۹۱)

ترجمہ: نماز جنازہ سے مقصود میت کے لیے طلب مغفرت ہے اور اللہ تعالیٰ دعا کو قبول نہیں کرتے اور نہ ہی منظور فرماتے ہیں حتیٰ کہ نماز جنازہ شروع ثناء سے کی جائے، پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف ہو پھر دعا کی جائے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ان کے بزرگوں کے نزدیک بھی یہی طریقہ مسنون ہے کہ نماز جنازہ میں پہلے ثناء ہو پھر درود شریف پھر میت کے لیے دعا مغفرت ہو ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت کا شرف کسی نماز جنازہ کو حاصل نہ ہوگا اور علامہ ابن قیمؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

فاذا اخذ فى الصلوة عليه كبر و حمد الله واثنى عليه. (زادالمعادج اص ۱۴۱)

ترجمہ: جب نماز جنازہ شروع کرے تو تکبیر کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے۔

فریق مخالف کو چاہیے کہ وہ اگر حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرت ائمہ دینؒ کی بات نہیں مانتے تو اپنے بزرگوں کی بات ہی کو تسلیم کرلیں یا پھر صاف حکم صادر فرمائیں کہ یہ سب کے سب سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اعتراض:

حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت علیؓ و حضرت ابوامامہ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ والی تمام روایات موقوفات ہیں مرفوعات نہیں۔

الجواب:

حضرات محدثین کرام کا قانون یہ ہے کہ جب موقوف روایت میں امور غیر اجتہادیہ کو صحابی بیان کرے تو وہ روایت مرفوع کے حکم میں ہوا کرتی ہے۔

اسی قانون کو مولانا محمد سلیمان کیلانی غیر مقلد تسلیم کرتے ہیں جبکہ ایک روایت کی بحث کے دوران وہ فرماتے ہیں کہ یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ اجتہادی امور میں سے نہیں۔ (مشکوٰۃ مترجم ج ۲ ص ۱۳۱)

لہٰذا مذکورہ قانون مسلم کے مطابق یہ تمام روایات بھی حدیث مرفوع کے حکم میں داخل ہوں گی چونکہ ان میں امور غیر اجتہادیہ ہی بیان ہوئے ہیں لہٰذا ان کو سماع پر ہی محمول کیا جائے گا۔

نماز جنازہ میں قرأت نہیں

دلیل نمبر (۱):

عن نافع ان عبدالله بن عمر كان لا يقراء في الصلوة على الجنازة.
(موطا امام مالك ص ۲۱۰، باب ما يقول المصلى على الجنازة)

ترجمہ: حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز جنازہ میں قرآن نہ پڑھتے تھے یعنی فاتحہ نہ پڑھتے تھے۔

(منقول از مولانا وحید الزمان مترجم موطا امام مالک ص ۱۳۳)

یہ روایت موطا امام مالک کی ہے اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ موطا امام مالک کی سب روایات صحیح مسند ہیں فریق مخالف اکثر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا یہ حوالہ پیش کیا کرتے ہیں۔

وقال البخاری اصح الاسانيد مالك عن نافع عن عبدالله بن عمر.

(مصفى ص ۵)

ترجمہ: امام بخاری فرماتے ہی کہ تمام سندوں سے زیادہ صحیح وہ سند ہے جو امام مالک روایت کریں حضرت نافع سے وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے۔

اور مذکورہ روایت کی سند بھی یہی ہے اس روایت میں بالکل صاف ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی تلاوت نہ کرتے تھے، اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا سورہ فاتحہ قرآن مجید کا حصہ نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر حضرت ابن عمر اس کو کیوں نہیں پڑھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اس کا پڑھنا نہ تو فرض ہے اور نہ ہی سنت ہے ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہو یا سنت اور حضرت عبداللہ بن عمر نہ پڑھیں اور عمداً خلاف سنت مطہرہ کوئی عمل کریں، یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

دلیل نمبر (۲):

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عن ثلاثین من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم انهم لم یقو مواعلی شیء فی امر الصلوٰة علی الجنازة. (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۴)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ تیس حضرات صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ نماز جنازہ میں کسی چیز پر قائم نہ تھے۔

(یعنی نماز جنازہ میں متعین طور پر کوئی دعا خاص نہیں ہے) تو معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں قرأت مقرر نہ تھی ورنہ کسی چیز پر تو وہ قائم ہوتے خاص کر سورۃ فاتحہ پر ہی ضرور قائم ہوتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔

دلیل نمبر (۳):

عن جابر قال ما اباح لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا ابو بکر ولا عمر فی شیء ما اباحوا الصلوة علی المیت یعنی لم یوقت.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۰۹۱، کتاب الجنائز، ابن ماجہ ص ۱۰۸)

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہمارے لیے نہ تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر فرمائی ہے اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے۔

اس حدیث کے راویوں کی توثیق ملاحظہ فرمائیں:

اس حدیث کی سند میں پہلا راوی عبداللہ بن سعد ہے اس کے متعلق تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۱۳۲ میں ہے کہ یہ ثقہ اور بہت سچا ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے زیادہ حافظ حدیث نہیں دیکھا، دوسرا راوی حفص بن غیاث ہے اس کے متعلق تقریب ص ۷۹ میں ہے کہ یہ ثقہ اور فقیہ ہے اور میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۷ میں ہے کہ یہ ثقہ اماموں میں سے ایک ہے۔

تیسرا راوی حجاج ہے اس کو تقریب میں کہا گیا ہے کہ یہ ثقہ اور حافظ ہے اور چوتھا راوی ابوالزبیر ہیں تہذیب التہذیب ج ۹، ص ۲۴۱، ۲۴۲ میں ہے کہ وہ ثقہ اور بہت سچا ہے اور امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ امام مالک نے ابوزبیر سے احادیث کو روایت کیا ہے ابوزبیر کے سچا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس سے امام مالک نے احادیث کو روایت کیا ہے کیونکہ امام مالک روایت نہیں کرتے مگر ثقہ لوگوں سے اور امام ابن مدینی نے فرمایا کہ ابوزبیر ثقہ ثبت ہے اور علامہ ساجی فرماتے ہیں کہ ابوزبیر بڑا سچا اور احکام میں حجت ہے اور پانچواں راوی حضرت جابرؓ ہیں جو صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

غرضیکہ اس حدیث کی سند صحیح ہے

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ نماز جنازہ میں کسی قسم کی کوئی قرأت یا دعا متعین نہیں ورنہ یا تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقرر فرما دیتے یا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ ہی متعین فرما دیتے جب ایسا نہیں ہوا تو نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض یا سنت کیسے ہوا؟

دلیل نمبر (۴):

روی عن ابن مسعود انه سئل عن صلوٰة الجنازة هل يقرأ فيها فقال لم يوقت لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قولا ولا قرأة وفي رواية دعاء ولا

قرأة كبر ما كُبر الامام واختر من اطيب الكلام ما شئت وفي رواية واختر من الدعاء اطيبه. (بدائع الصنائع ج ا ص ۳۱۳، مغنی ابن قدامة ج ۲ ص ۴۸۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ان سے نماز جنازہ میں قرأت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے کوئی خاص کلام اور قرأت مقرر نہیں فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی خاص دعا اور قرأت مقرر نہیں فرمائی، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، اور جو اچھے سے اچھا کلام (ثناء ودعاء وغیرہ) چاہو اختیار کرو اور ایک روایت میں ہے کہ جو بہتر سے بہتر دعا ہو وہ اختیار کرو۔

دلیل نمبر ۵:

روی عن عبد الرحمن بن عوف وابن عمر انهما قالا ليس فيها قرأة شیء من القرآن. (بدائع الصنائع ج۱ ص ۳۱۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا نماز جنازہ میں قرآن کے کسی حصہ کی بھی قرأت نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۶:

عن علیؓ انه كان اذا صلى على ميت يبدأ بحمد الله ويصلى على النبى صلى الله عليه وسلم ثم يقول اللهم اغفر لاحيائنا وامواتنا والف بين قلوبنا واصلح ذات بيننا واجعل قلوبنا على قلوب خيارنا.

(مصنف ابن ابی شیبة ج۳ ص ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب کسی میت کی نماز جنازہ پڑھاتے تو اللہ کی حمد وثنا سے ابتدا کرتے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھتے پھر یہ دعا مانگتے،

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَحْيَائِنَا وَاَمْوَاتِنَا وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاجْعَلْ قُلُوْبَنَا عَلٰى قُلُوْبِ خِيَارِنَا.

دلیل نمبر ۷:

عن الشعبی قال فی التکبیرۃ الاولٰی یبدأ بحمد اللہ والثناء علیہ والثانیۃ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والثالثۃ دعاء للمیت والرابعۃ للتسلیم. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں اللہ کی حمد وثناء سے ابتدا کرے دوسری تکبیر کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے۔

دلیل نمبر ۸:

عن عبد اللہ بن ایاس عن ابراھیم وعن ابی الحصین عن الشعبی قالا لیس فی الجنازۃ قرأۃ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص ۲۹۹)

حضرت ابراہیم نخعی اور امام شعبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۹:

عن ایوب عن محمد انہ کان لا یقرأ علی المیت.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۸، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

حضرت ایوبؒ حضرت محمد بن سیرینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۰:

عن حجاج قال سألت عطاء عن القرأۃ علی الجنازۃ فقال ما سمعنا بھٰذا.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں قرأت کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے یہ نہیں سنا۔

دلیل نمبر ۱۱:

عن ابی طاؤس عن ابیه وعطاءٍ انهما کانا ینکران القرأة علی الجنازة.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت ابوطاؤس اپنے والد طاؤس اور حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ نماز جنازہ میں قرأت کا انکار کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۲:

عن بکر بن عبد الله قال لا اعلم فیها قرأة.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت بکر بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز جنازہ میں قرأت کو نہیں جانتا۔

دلیل نمبر ۱۳:

عن مفضل قال سألت میمونا علی الجنازة قرأة او صلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم قال ما علمت. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت مفضل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت میمون رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں قرأت یا درود سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔

دلیل نمبر ۱۴:

عن محمد بن عبد الله بن ابی سارة قال سألت سالمًا فقلت القرأة علی الجنازة فقال لا قرأة علی الجنازة. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت محمد بن عبداللہ بن ابی سارہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ میں نماز جنازہ میں قرأت کروں تو آپ نے فرمایا نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۱۵:

عن ابی المنهال قال سألت ابا العالیة عن القرأة فی الصلٰوة علی الجنازة بفاتحة الکتاب فقال ما کنت احسب ان فاتحة الکتاب تقرؤ الا فی صلٰوة فیها رکوع وسجود. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت ابوالمنہال فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالعالیہ الریاحی رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ سورہ فاتحہ صرف رکوع وسجود والی نماز ہی میں پڑھی جاتی ہے۔

دلیل نمبر ۱۶:

عن موسی بن علی عن ابیه قال قلت لفضالة بن عبیدة هل یقرؤ علی المیت شئ قال لا. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت موسیٰ بن علیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا میت پر (نماز جنازہ میں) قرأت کی جاتی ہے آپ نے فرمایا، نہیں۔

دلیل نمبر ۱۷:

عن سعید بن ابی بردة عن ابیه قال قال له رجل اقرؤ علی الجنازة بفاتحة الکتاب قال لا تقرأ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت سعید اپنے والد ابو بردہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ کیا میں نماز جنازہ میں قرأت کرلیا کروں تو آپ نے فرمایا نہیں۔

دلیل نمبر ۱۸:

عن حماد عن ابراهیم قال سألته ایقرأ علی المیت اذا صلی علیه؟ قال لا. (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ٤۹۱)

حضرت حمادؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کیا نماز

جنازہ میں قرأت کی جا سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

دلیل نمبر ۱۹:

قال سحنون قلت لعبد الرحمن بن القاسم ای شئ یقال علی المیت فی قول مالك قال الدعاء للمیت قلت فهل یقرأ علی الجنازة فی قول مالك قال لا .... ابن وهب عن رجال من اهل العلم عن عمر بن الخطاب وعلی ابن ابی طالب وعبد الله بن عمر وعبید بن فضالة وابی هریرة وجابر بن عبدالله وواثلة بن الاسقع والقاسم وسالم بن عبدالله وابن المسیب وربیعة وعطاء ویحیی بن سعید انهم لم یكونوا یقرؤن فی الصلوٰة علی المیت وقال مالك لیس ذالك بمعمولٍ به انما هو الدعاء ادركت اهل بلادنا علی ذالك. (المدونة الكبریٰ ج۱ص۱۷۴)

حضرت سحنون فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں میت پر کیا پڑھنا چاہیے؟ فرمایا میت کے لیے دعا، میں نے کہا کیا امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے مطابق نماز جنازہ میں قرأت ہے؟ فرمایا نہیں ....ابن وہبؒ کہتے ہیں کہ بہت سے اہل علم مثلاً حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبیدہ بن فضالہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم اور حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت سعید بن میتب، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت یحیٰ بن سعید رحمہم اللہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔ ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہمارے شہر (مدینہ طیبہ) میں اس پر عمل نہیں نماز جنازہ صرف دعا ہے۔ میں نے اپنے شہر (مدینہ طیبہ) کے اہل علم کو اسی پر پایا ہے۔

خلاصہ کلام:

گذشتہ مباحث سے جو امور واضح ہوئے ہیں ان کو نمبر وار ملاحظہ فرمائیں:

نمبر۱: نماز جنازہ حقیقت میں میت کے لیے دعا مغفرت ہے۔

نمبر۲: دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے ثنا کی جائے اللہ تعالیٰ کی پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے پھر جو چاہیں دعا کریں۔

نمبر۳: نماز جنازہ میں مقصود میت کے لیے دعا مغفرت ہے۔

نمبر۴: نماز جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی ثناء دوسری کے بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعاء مغفرت کی جائے چوتھی کے بعد سلام پھیرا جائے۔

نمبر۵: نماز جنازہ میں کسی قسم کی کوئی قرأت متعین نہیں۔

نمبر۶: نماز جنازہ کے ساتھ قرأت کا کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق اس نماز کے ساتھ ہے جو رکوع وسجدہ والی ہو۔

نمبر۷: نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ بطور قرأت پڑھنا خلاف سنت ہے اگر بطور ثناء پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ ہمارے حضرات فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ اگر بنیت ثناء کے سورۃ فاتحہ پڑھی جائے تو جائز ہے، کذافی الاشباہ

(منقول از حاشیہ، وقایہ ج۱ص۲۵۳)

لہٰذا واضح ہو گیا کہ ہمارے حضرات فقہاء کرام کے نزدیک سورہ فاتحہ بطور ثناء اگر پڑھ لی جائے تو جائز ہے نہ کہ بطور قرأت۔

چونکہ اختصار مقصود ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ کثیر تعداد میں احادیث اور حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظامؒ کے اقوال وفتاوے بندہ کے مطالعہ سے گزرے ہیں اگر ان سب کو تحریر کیا جائے تو ایک عظیم دفتر چاہیے لیکن دوستوں کا حکم تھا کہ ایک پمفلٹ کی صورت میں اس مسئلہ کو پیش کیا جائے، تو ان کے ارشاد کی تکمیل میں یہ چند دلائل ذکر کر کے مسئلہ کو واضح کر دیا ہے میرا خیال ہے کہ حق کی تلاش کرنے والے کے لیے یہی دلائل کافی ہوں گے

باقی لا نسلم اور ضد کا دنیا میں علاج ناممکن ہے اگر ان کے سامنے تمام احادیث کا ذخیرہ بھی رکھ دیا جائے تب بھی وہ سمجھنے سے قاصر ہوں گے پھر بھی انہوں نے یہی ڈھنڈورہ پیٹنا ہے کہ حنفیوں کے پاس کوئی حدیث نہیں، اور حدیث والے ہم ہی ہیں اور ہم ہی حدیث کے واحد ٹھیکیدار ہیں۔

امید واثق ہے کہ اگر حق کے متلاشی انصاف کی نگاہ سے اس رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں گے تو حق بات سمجھ میں آ جائے گی کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا بطورِ قرأت نہ فرض ہے اور نہ ہی سنت بلکہ اس پر اصرار کرنا خلاف سنت ضرور ہوگا ہاں اگر بطور ثناء پڑھ لی جائے تو جائز ہوگا اور نفس جواز کے لیے اتنا واویلا کرنا اور یہ باور کرانا کہ بس نماز جنازہ کا انحصار اسی میں ہے دین کی کون سی خدمت ہے؟ اور بعض منہ پھٹ تو یہ رٹ بھی لگاتے ہیں کہ حنفی چونکہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے، لہٰذا ان کا جنازہ ہی نہیں، صحیح حدیث کو ترک کر کے اپنی ضد پر قائم رہنا ہی قابل ردامر ہے جبکہ بفضلہٖ تعالیٰ احناف کا دامن صحیح احادیث و آثار سے پُر ہے جن میں سے بعض اس رسالہ میں مذکور ہیں۔

حنفی مسلک کا مفتیٰ بہ قول کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے

بعض لوگ دھوکہ دینے کے لیے حنفی مسلک کے غیر مفتیٰ بہ اقوال پیش کرتے ہیں جب کہ احناف کا صحیح مسلکِ قرأت نہ پڑھنے کا ہے۔ بعض حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) علامہ علاء الدین ابوبکر بن سعود الکاسانی الحنفیؒ (المتوفی ۵۸۷ھ):

آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَا يَقرأُ فِى الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ

(بدائع الصنائع: ج ۲ ص ۵۲ فصل فی کیفیة صلوة الجنازة)

ترجمہ: نماز جنازہ میں قرآن کریم کی کسی سورت کی قرأت نہ کرے۔

(۲) حافظ بدرالدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ):

آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وليس فی صلاۃ الجنازۃ قرأۃ القرآن عندنا.
(البنایہ شرح الھدایۃ، ج ۳ ص ۲۱۵)

ترجمہ: ہمارے احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قرأت کرنا ثابت نہیں۔

(۳) علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمر تاشی الحنفیؒ (المتوفی ۱۰۰۴ھ):

آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولا قرأۃ ولا تشھد فیھا (تنویر الابصار للتمر تاشی، ج ۳ ص ۱۳۰)

ترجمہ: نماز جنازہ میں قرأت بھی نہیں ہے اور تشہد بھی نہیں ہے۔

(۴) امام عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان الکلیبو لی الحنفیؒ (المتوفی ۱۰۷۸ھ):

آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولا قرأۃ فیھا أی فی صلاۃ الجنازۃ.
(مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، ج۱ ص ۲۷۱، باب صلاۃ الجنازۃ)

ترجمہ: نماز جنازہ میں (کسی سورت کی) قرأت نہیں ہے۔

(۵) فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وَلَا يَقْرَأُ فِيهَا الْقُرْآنَ. (فتاویٰ عالمگیری، ج ۱ ص ۱۸۰، باب فی الجنائز)

ترجمہ: جنازہ میں قرآن کریم کی قرأت نہ کرے۔

(۶) امام محمد بن عبدالواحد ابن الھمام حنفیؒ (المتوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

قَالُوا لَا يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ إِلَّا أَن يَقْرَأَهَا بِنِيَّةِ الثَّنَاءِ، وَلَمْ تَثْبُتِ الْقِرَاْءَةُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(فتح القدیر شرح الھدایہ، ج ۲ ص ۱۲۵، فصل فی الصلوۃ علی المیت)

ترجمہ: فقہاء کرام نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں فاتحہ ثناء کی نیت کے علاوہ نہ پڑھے، کیوں کہ جنازہ میں فاتحہ بطورِ قرأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

باب ثانی

پہلے باب میں متعدد احادیث صحیحہ اور اقوال حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ اور تبع تابعین عظامؒ سے یہ مسئلہ مبرھن کیا گیا ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا بطور قرأت نہ فرض ہے اور نہ ہی سنت ہے۔

اب اس باب میں فریق مخالف کے استدلالات اور دلائل کا معیار بتانا مقصود ہے اور بفضلہ تعالیٰ ان کے صحیح محامل ومصداقات بیان کیے جائیں گے۔

فریق مخالف کا دعویٰ بڑا سنگین ہے کہ بغیر سورہ فاتحہ کے نماز جنازہ بے کار اور باطل ہے لہٰذا انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جیسے ہم نے صحیح احادیث واقوال حضرات صحابہ کرامؓ پیش کیے ہیں وہ بھی کوئی حدیث ایسی پیش کریں جو صحیح مرفوع متصل السند اور صریح ہو جس میں واضح ہو کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نمازہ جنازہ بھی سورۃ فاتحہ کے بغیر نہیں پڑھی تھی لیکن ایسی کتاب ہی دنیا سے ناپید ہے جس میں ایسی کوئی حدیث موجود ہو۔

دلیل نمبر ا:

عن ابن عباس أن النبی صلی الله علیه وسلم قرأ علی الجنازة بفاتحة الکتاب. (ابن ماجہ ص ۱۰۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی۔

الجواب:

- اس حدیث کی سند ضعیف ہے

مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

(عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۱۹۰)

اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث کی سند قوی نہیں کیونکہ اس

کا راوی ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ الواسطی منکر الحدیث ہے۔ (ج ا ص ۱۵۴)

اور میزان الاعتدلال (ج ا ص ۴۸) میں ہے کہ ابراہیم بن عثمان الواسطی کو حضرت امام شعبہ نے جھوٹا کہا اور امام ابن معین نے کہا۔ لیس ثقة یعنی ثقہ نہیں اور امام احمد نے فرمایا یہ ضعیف ہے اور امام نسائی نے فرمایا کہ اس کی حدیث متروک ہے، معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل ضعیف ہے اس کو دلیل کیسے تصور کیا جائے گا؟

دلیل نمبر۲:

عن ام شريك الانصاريه قالت امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نقرأ على الجنازة بفاتحة الكتاب. (ابن ماجہ ص ۱۰۷)

ترجمہ: حضرت ام شریک انصاریہ فرماتی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم کیا کہ ہم نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھیں۔

الجواب:

یہ حدیث بے حد درجہ کی ضعیف ہے۔ علامہ ابن القیم ارشاد فرماتے ہیں

ويذكر عن النبى صلى الله عليه وسلم انه امر ان يقرأ على الجنازة بفاتحة الكتاب ولا يصح اسناده. (زاد المعاد ج ا ص ۱۴۱)

ترجمہ: اور ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے حکم دیا کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے حالانکہ اس کی سند صحیح نہیں۔

اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں:

فى اسناده ضعف يسير. (عون المعبود ج ۳ ص ۱۹۱)

ترجمہ: کہ اس کی سند میں ضعیف یسیر ہے۔

اب اس حدیث کی سند کے راویوں کو ملاحظہ فرمائیں:

اس کی سند میں ایک راوی حماد بن جعفر العبدی ہے جن کے متعلق امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے اور اس کی منکرات میں سے اسی حدیث مذکورہ کو ذکر کرتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۵)

دوسرا راوی شہر بن حوشب ہے جو مختلف فیہ راوی ہے اور جس کے متعلق میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۸۳، ۲۸۴) میں یہ بھی ہے کہ اس سے حجت نہ پکڑی جائے اور اس کو سب نے ترک کر دیا ہے اور قوی نہیں اس کی حدیث لوگوں کی حدیث کے مشابہ نہیں اور اس سے روایت نہ لی جائے اور امام ابن عدی فرماتے ہیں اس کو حجت نہ پکڑا جائے اور نہ ہی اس کی حدیث سے دین لیا جائے۔

اور تقریب ص ۱۴۷ میں ہے کہ سچا تو ہے لیکن احادیث میں ارسال کثیر کرتا ہے اور وہمی حدیثیں بہت بیان کرتا ہے، ترمذی کتاب العلل ص ۳۳۶ میں ہے کہ امام عبد اللہ بن مبارک کے سامنے اس آدمی کا ذکر کیا گیا۔ جس کو حدیث میں وہم ہوتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں ڈاکو بن جاؤں، اس سے کہ ایسے آدمی سے حدیث لوں جو وہم سے حدیث کو بیان کرتا ہے۔

مذکورہ بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث بھی ضعیف ہے، جو قابل استدلال نہیں۔

دلیل نمبر ۳:

عن جابر بن عبد الله ان النبی صلی الله علیه وسلم کبر علی المیت اربعا و قرأ بام القرآن بعد التکبیر الاولی. (المستدرک ج ۱ ص ۳۵۸)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں، کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ میں چار تکبیر کہتے تھے، اور سورہ فاتحہ پڑھتے تھے، پہلی تکبیر کے بعد۔

الجواب:

اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں بعض دوسروں نے اس کو ضعیف کہا ہے کیونکہ اس میں راوی ابراہیم بن محمد ہے اس کے متعلق میزان الاعتدال ج۱ص۶۰ میں ہے کہ وہ حدیث بیان کرنے میں جھوٹ بولتا ہے اور بعض سلف صالحین کو گالیاں دیتا ہے اور کذاب ہے اور تقریب میں ہے کہ وہ متروک ہے۔

علاوہ ازیں یہ روایت ضعیف ہونے کے ساتھ اس حدیث صحیح کے خلاف ہے جو پہلے باب میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے صحیح سند کے ساتھ گزر چکی ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر نہیں کی اور نہ حضرت ابوبکرؓ اور نہ عمر فاروقؓ نے، تو جب سورۃ فاتحہ مقرر ہی نہیں تو اس کا پڑھنا کیسے لازم ہوگا اور بھلا یہ ضعیف روایت اس کا کیسے مقابلہ کرسکتی ہے جو اس کے خلاف پہلے صحیح سند سے گزر چکی ہے لہٰذا ترجیح اس کو ہوگی۔

دلیل نمبر۴:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا عمل

امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا عمل دو سندوں سے نقل کیا ہے ہم یہاں پر دونوں ہی سندیں نقل کرتے ہیں۔

پہلی سند:

حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة عن سعد عن طلحة قال صليت خلف ابن عباس

دوسری سند:

ح قال وحدثنا محمد ابن كثير قال اخبرنا سفيان عن سعد بن ابراهيم

عن طلحة ابن عبدالله بن عوف قال صيلت خلف ابن عباس علی جنازة فقرأ بفاتحة الکتاب وقال لتعلموا انها سنة.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا کہا ہم سے غندر (محمد بن جعفر) نے کہا ہم سے شعبہ نے انہوں نے سعد بن ابراہیم سے انھوں نے طلحہ سے انہوں نے کہا میں نے عبداللہ بن عباسؓ کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی۔(دوسری سند) امام بخاری نے کہا ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا کہا ہم سے سفیان ثوریؒ نے انہوں نے سعد بن ابراہیم سے انہوں نے طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے انہوں نے کہا میں نے عبداللہ بن عباس کے پیچھے ایک جنازہ پر نماز پڑھی انہوں نے سورۃ فاتحہ (ذرا پکار کر پڑھی) اور کہا میں نے یہ اس لئے کیا کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔
(تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری از علامہ وحید الزمان غیر مقلد، ج اول، ص ۵۷۷، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور، بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب قرأة فاتحہ الکتاب علی الجنازة)

طریقہ استدلال:

جو لوگ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو فرض سمجھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں عبداللہ بن عباسؓ نے یہ جو کہا ہے کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔ یہاں پر سنت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس حدیث کے کئی جواب ہیں۔

جواب نمبر۱:

بخاری میں یہ حدیث مکمل نہیں ہے ہم ترمذی اور نسائی سے پہلے اس حدیث کو مکمل نقل کرتے ہیں۔

بخاری کی اس حدیث میں تو انها سنة کے الفاظ آئے ہیں مگر ترمذی شریف میں اس کے ساتھ دوسرے الفاظ بھی ملتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث ترمذی:

حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے روایت ہے کہ ابن عباس نے ایک مرتبہ جنازے کی نماز پڑھی تو اس میں سورہ فاتحہ پڑھی (فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِنَ السُّنَّةِ اَوْ مِنْ تَمَامِ السُّنَّةِ) میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ سنت ہے یا فرمایا مِنْ تَمَامِ السُّنَّةِ تکمیل سنت سے ہے۔

(ترمذی ابواب الجنائز، باب ماجاء فی القرأۃ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب)

اس روایت میں طلحہ بن عبداللہ اِنَّهُ مِنَ السُّنَّةِ کے لفظ میں شک کا اظہار کررہے ہیں کہ پتہ نہیں کون سے لفظ کہے ہیں۔ یا ان کو اچھی طرح یاد نہیں رہا کہ ابن عباس نے کیا فرمایا تھا۔

دوسری بات اس میں فَقُلْتُ لَهُ کے الفاظ آئے ہیں یہ بخاری میں نہیں ہیں۔ طلحہ کا سوال کرنا بتا رہا ہے کہ ابن عباسؓ نے ایک نیا کام کیا تھا جبھی تو سوال کیا گیا کیونکہ معلوم اور مشہور چیز کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرتا۔ تیسری بات اس میں یہ جملہ نہیں ہے وقال لتعلموا

اور نسائی شریف میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے

حدیث نسائی:

اخبرنا الهيثم بن ايوب قال حدثنا ابراهيم وهو ابن سعد قال حدثنا ابى عن طلحه بن عبدالله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب وسورة وجهر حتى اسمعنا فلما فرغ اخذت بيده سألته فقال سنة وحق.

ترجمہ: امام نسائی فرماتے ہیں خبر دی ہم کو ہیثم بن ایوب نے وہ فرماتے ہیں بیان کیا ہم سے ابراہیم نے اور وہ ابن سعد ہیں، وہ فرماتے ہیں بیان کیا ہم سے میرے والد نے وہ طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے روایت کرتے ہیں، حضرت طلحہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازہ پڑھا میں نے انہیں سورۃ فاتحہ اور ایک سورۃ پڑھتے سنا جب وہ جنازے سے فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان سے پوچھا کہ یہ کیا؟ تو

انہوں نے فرمایا: یہ حق ہے اور سنت ہے۔

(سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب الدعاء حدیث نمبر ۱۹۸۹)

نسائی کی اس حدیث میں ابن عباس سے دو چیزیں پڑھنا ثابت ہو رہا ہے ایک فاتحہ دوسری فاتحہ کے علاوہ ایک اور سورۃ جب کہ بخاری میں صرف فاتحہ کا ہی ذکر ہے۔ ہم فریق مخالف سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک جو فاتحہ کا حکم ہے وہی دوسری سورۃ کا بھی ہے کیونکہ آپ کے علماء جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو پڑھنا فرض اور ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور جو نہ پڑھے اس کے متعلق کہتے ہیں کہ جنازہ ہوا ہی نہیں، یہ تو جھٹکا ہے۔ بعض اگر تھوڑی نرمی کرتے ہیں تو وہ بھی سنت مؤکدہ یا سنت ثابتہ ضرور کہتے ہیں۔ اہل سنت کے جنازوں کے متعلق کہتے ہیں کہ سنت کے خلاف ہیں۔ کیا دوسری سورت کا بھی یہی حکم ہے۔

دوسری بات اس حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں فقال سنة و حق۔ بخاری میں حق کا لفظ نہیں ہے۔

تیسری بات اس حدیث میں آتا ہے فَلَمَّا فَرَغَ اَخَذْتُ بِيَدِهٖ جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان سے اس بارے میں پوچھا۔ یہ لفظ بخاری کی حدیث میں نہیں ہیں۔

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سورۃ فاتحہ جنازہ میں پڑھنے کا معمول ہوتا تو عبداللہ بن عباسؓ نے جب سورۃ فاتحہ پڑھی تو ان کا یہ شاگرد طلحہ بن عبداللہ بن عوف اس کے بارے میں سوال نہ کرتا۔ کیونکہ معلوم اور مشہور اور روزمرہ پیش آنے والی چیز کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرتا کہ کیوں پڑھا؟ ظاہر بات ہے کہ نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کا عام معمول نہیں تھا۔ عبداللہ بن عباسؓ نے ایک نئی بات کی اس لئے سائل یعنی آپ کے شاگرد کو آپ کا یہ عمل عجیب سا لگا اور فوراً سوال کر دیا۔

ناظرین ہم نے آپ کے سامنے یہ روایت ترمذی اور نسائی سے مکمل نقل کر دی ہے تا کہ

مسئلہ اچھی طرح سمجھ آ جائے۔ اور ہماری بات کی تصدیق ہو جائے کہ واقعی بخاری میں یہ حدیث مکمل نقل نہیں کی گئی۔

جواب نمبر۲:

اس حدیث کے جن الفاظ سے فریق مخالف استدلال کرتا ہے وہ ہے سنت پھر کہتے ہیں کہ اگر کوئی صحابی لفظ سنت کہے تو اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی مُراد ہوتی ہے۔ اور یہ اصول اجماعی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بات درست نہیں اور نہ ہی یہ اصول اجماعی ہے اور نہ یہ اصول احناف کے ہاں مسلم ہے۔ ہم کہتے ہیں جب تک صحابی اس بات کی تصریح نہ کرے کہ یہ بات یا یہ کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس وقت تک یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں ہو سکتی کیونکہ سنت کا اطلاق جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اور عمل پر ہوتا ہے اسی طرح صحابہ و تابعین کی بات اور عمل پر بھی ہوتا ہے اس لئے یہ اصول اتفاقی نہیں ہے۔ فریق مخالف کے پاس اس اصول کو ثابت کرنے کے لئے نہ تو کتاب اللہ سے کوئی دلیل ہے اور نہ ہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف غیر معصوم امتیوں کے قول سے اس اصول کو ثابت کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

علامہ زیلعی حنفی (المتوفی ۷۶۲ھ) کا حوالہ:

فریق مخالف کہتے ہیں کہ نصب الرایہ میں ہے:

واعلم ان لفظة السنة يدخل في المرفوع عندهم قال ابن عبدالبر في التقصي واعلم ان الصحابي اذا اطلق اسم السنة فالمراد به سنة النبي صلى الله عليه وسلم (١. ٣١٤)

ترجمہ:......اور جان لے کہ لفظ سنت ان کے نزدیک مرفوع (حدیث کے حکم) میں داخل ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے التقصی میں فرمایا ہے کہ جان لے کہ صحابی سنت کا لفظ بول دے تو اس سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوتی ہے۔

امام حاکم کا حوالہ:

پھر اس اصول کو اجماعی ثابت کرنے کے لئے امام حاکم نیشاپوری کا یہ قول پیش کرتے ہیں

وقدا جمعوا علیٰ ان قول الصحابی سنة حدیث مسند

(مستدرک حاکم، ج۱، ص ۳۵۸)

ترجمہ:...... حقیقت یہ ہے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابی کا (کسی بات کو) سنت کہنا حدیث مسند (کے حکم میں) ہے۔

جواب:

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بعض شوافعؒ کے وضع کردہ اصول ہیں۔ احناف کے ہاں یہ اصول نہیں ہے۔

احناف کا مذہب

شرح معانی الآثار کا حوالہ:

امام طحاوی لکھتے ہیں:

وقالوا اما ما رویتموہ عن عمر من قولہ اصبت السنة فلیس فی ذلك دلیل علی انه من عند النبی صلی الله علیه وسلم لان السنة قد تکون منه و قد تکون من خلفاء قال رسول الله صلی الله علیه وسلم علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین.

(شرح معانی الآثار باب المسح علی الخفین (۱-۸۰) طبع بیروت، جدید)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اصبت السنة اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہاں سنت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی مراد ہے کیونکہ سنت جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے اوروں کی بھی ہوتی ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين

ترجمہ:......تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

دیکھئے اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کی سنت کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ امام طحاوی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہیں ہے، اور احناف اس کے قائل نہیں ہیں۔

امام سرخسیؒ کا حوالہ:

شمس الائمہ سرخسیؒ اپنی کتاب ''اصول السرخسی'' میں لکھتے ہیں:

اختلف العلماء في فصل من هذا الجنس وهو ان الصحابی اذا قال امرنا بكذا اونهينا عن كذا او السنة كذا فالمذهب عندنا انه لا يفهم من هذا المطلق الاخبار بامر رسول الله صلى الله عليه وسلم او انه سنة رسول الله وقال الشافعي في القديم ينصرف الى ذلك عند الاطلاق وقال في الجديد لا ينصرف الى ذلك بدون البيان لاحتمال ان يكون المراد سنة البلدان او الرؤساء حتى قال في كل موضع قال مالك السنة ببلدنا كذا فانما ارادسنة سليمان بلال وهو كان عريفا بالمدينة. (اصول السرخسی، ج۱، ص۲۸۴، طبع جدید)

سرخسی کی عبارت کا خلاصہ:

یعنی صحابی جب ''امرنا بكذا نهينا بكذا او السنة كذا'' کہے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد نہیں ہوتی۔ امام شافعیؒ کا قدیم قول یہ ہے کہ عندالاطلاق اس سے سنت نبوی مراد ہوگی۔ اور جدید قول یہ ہے کہ بغیر بیان کے سنت نبوی مراد نہیں ہوگی کیونکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے کسی شہر یا کسی رئیس کا طریقہ مراد ہو۔ اور کہا ہے کہ امام مالک نے جہاں بھی کہا ہے

"والسنة ببلدنا كذا" اس سے سلیمان بلال کی سنت مراد ہے۔ جو کہ مدینہ منورہ میں تعارف کرانے پر مامور تھا۔

امام سرخسی آگے لکھتے ہیں:

وحجتنا فی ذلك ان الأمر والنهی تتحقق من غیر رسول الله صلی الله علیه وسلم کما تتحقق منه قال تعالیٰ "اطیعوا الله واطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (سورۃ النساء آیہ ۵۹)

اس بارے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ امر اور نہی جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متحقق ہوتی ہے۔ کسی اور سے بھی متحقق ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے: اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

ترجمہ:...... کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اولوالامر کی اطاعت کرو۔

آگے لکھتے ہیں:

وکذلك السنة فقد قال علیه السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء من بعدی (رواه ابوداؤد فی السنن والترمذی حدیث ۹۶۷۶، وابن ماجه حدیث نمبر ۴۲، واحمد ج۴، ص۱۲۶، ۱۲۷، وقال علیه السلام من سن سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها الی یوم القیمة ومن سن سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها الی یوم القیمة.

(ترمذی، حدیث ۲۶۷۵، ابن ماجہ حدیث ۲۰۷، والدارمی ج ۳، ص ۱۳۱، واحمد، ۳۶۱، ۳۶۲، والطبرانی ۳۵۷/۲)

یعنی اس طرح سنت کا لفظ بھی ہے کہ جب صحابی سنت کا لفظ کہے تو اس سے سنت نبوی مراد نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں ہے۔ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء من بعدی یا

اس حدیث میں من سنة حسنة فله اجرها۔

آگے لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کی عادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد لینا چاہیں تو وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

وقد ظهر من عادة الصحابة التقييد عند ارادة سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالاضافة اليه على ما قال عمر لصبى بن معبد هديت لسنة نبيك.

(ابوداؤد، حدیث ۱۷۹۸، البیہقی (۴/۳۵۱، ۳۵۴) الخ (اصول سرخسی ج ۱، ص ۲۵۸)

ترجمہ:......اور بتحقیق صحابہ کرامؓ کی عادت میں سے یہ بات تھی کہ جب بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد لینا چاہتے تو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبی بن معبدؓ سے ارشاد فرمایا کہ آپ کو آپ کے نبی کی سنت کی طرف رہنمائی کی گئی۔

امام سرخسی کی عبارت میں جن احادیث کا ذکر آیا ہے ہم یہاں پر وہ احادیث مکمل طور پر بحوالہ نقل کر دیتے ہیں تا کہ بات کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

پہلی حدیث:

حضرت عرباض بن ساریہ (المتوفی ۷۵ھ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور ہمیں بہت عمدہ نصیحت فرمائی جس سے لوگوں کے دل لرز اٹھے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے تو ہمیں ایسی نصیحت فرمائی جیسے کوئی کسی کو رخصت کر رہا ہو آپ ہم سے کوئی عہد و پیمان لے لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اللہ کا خوف اور امیر کا حکم سننے اور اطاعت کرنے کو اپنے پر لازم سمجھ لو چاہے تمہارا امیر ایک حبشی غلام کیوں نہ ہو۔ تم میرے بعد بہت اختلاف دیکھو گے تم میری سنت اور خلفاء راشدین المہدیین کی سنت کو لازم پکڑ لینا اور ان کے طریقہ کو مضبوطی

کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے گریز کرنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(سنن ابن ماجه مترجم جلد١، ص٤٣، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوتی ہے اسی طرح خلفاء راشدین کی بھی سنت ہوتی ہے۔

دوسری حدیث:

عن جرير بن عبد الله قال جاء ناس من الاعراب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم عليهم الصوف فرئ سوء حالهم قد اصابتهم حاجة فحث الناس على الصدقة فابطئوا عنه حتى دنى ذالك في وجهه قال ثم أن رجلاً من الانصار جاء بصوة من ورق تم جاء اخر ثم تتابعوا حتى عوف السرور في وجهه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سن في الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده كتب له مثل اجر من عمل بها ولا ينقص من أجورهم شيء ومن سن في الإسلام سنة سيئة فعمل بها بعده كتب عليه مثل وزر من عمل بها ولا ينقص من اوزارهم شي انتهٰى

(صحيح مسلم جلد ٢، ص ٣٤١، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة ومن دعا الى الهدى او ضلالة، قديمى كتب خانه كراچى)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ دیہاتی لوگ حاضر ہوئے جنہوں نے اون کا لباس پہنا ہوا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بدحالی دیکھی کہ ان کو فقر و فاقہ لاحق ہو گیا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ان پر صدقہ کرنے کے لیے ابھارا پس لوگوں نے تھوڑی سی سستی دکھائی جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں (غصہ) کا اثر ظاہر

ہوا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر انصار میں سے ایک آدمی نے ایک تھیلی لا کے دی جس میں چاندی تھی۔ پھر دوسرا آدمی آیا پھر تو سارے ہی پے در پے آتے رہے (اور صدقے دیتے رہے) یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمودار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بھی اسلام کے اندر اچھا کام جاری کیا پس اس کے بعد اس کام پر عمل کیا گیا تو اس آدمی کے لیے اس پر عمل کرنے والوں کے اجر جتنا اجر لکھ دیا جائے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے برا کام جاری کیا اور اُس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس (ایجاد کرنے والے پر) اتنا گناہ لکھ دیا جائے گا جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے۔ اوران کے گناہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

اس حدیث میں لفظ سنت سے مراد طریقہ ہے۔ وہ کسی کا بھی ہو۔ حدیث کی شرح میں محدثین کے مختلف قسم کے اقوال ملتے ہیں کسی نے کسی طرح اور کسی نے کسی طرح اس کی شرح کی ہے۔

یہ دو حدیثیں تو وہ تھیں جن کا ذکر سرخسی نے کیا تھا اس قسم کی اور بہت سی احادیث ہیں جن میں غیر نبی کی بات کو بھی سنت کہا گیا ہے ہم یہاں پر دو اور مشہور احادیث نقل کرتے ہیں۔

تیسری حدیث:

صحیح بخاری جلد ۱ ص ۴۲۸، کتاب الجهاد والسیر، باب هل یستاسر الرجل ومن لم یستاسر ومن رکع رکعتین عند القتل میں ایک لمبی حدیث موجود ہے، جس میں حضرت خبیبؓ کے قتل کا واقعہ ذکر ہوا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے جب قتل کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے قتل کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اس حدیث کے آخر میں آتا ہے۔

فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا

یعنی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ہر اس مسلمان کے لیے یہ سنت جاری کی جو قتل ہو رہا ہو۔

دیکھئے یہاں پر راوی حدیث حضرت ابو ہریرۃؓ اس سنت کے اجراء کو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص کر رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوتی ہے صحابہؓ کی سنت بھی ہوتی ہے۔

چوتھی حدیث:

وبرہ نے کہا کہ ایک شخص نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں طواف کروں بیت اللہ کا اور میں نے حج کا احرام باندھا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ طواف سے تم کو کون روک سکتا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے فلانے کے فرزند کو دیکھا (یعنی ابن عباسؓ کو) کہ وہ اس کو مکروہ جانتے ہیں اور آپ ان سے زیادہ ہمارے پیارے ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں کہ دنیا نے ان کو غافل کر دیا ہے۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم میں اور تم میں کون ایسا ہے جس کو دنیا نے غافل نہیں کیا۔ پھر کہا ابن عمرؓ نے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انہوں نے حج کا احرام باندھا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ میں سعی کی اور سنت اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہتر ہے۔ تابعداری کے لیے فلانے کی سنت سے اگر تو سچا ایماندار ہے۔

(مسلم مترجم علامہ وحید الزمان ج ۳ ص ۲۸۴، ۲۸۵، کتاب الحج، باب استحباب طواف القدوم للحاج والسعی بعدہ)

اس حدیث میں ابن عباسؓ کے عرفات میں جانے سے پہلے طواف کرنے کو مکروہ خیال کرنے کے بارے میں ابن عمرؓ فرمار ہے ہیں کہ ہم فلاں کی سنت کو نہیں مانتے۔ یعنی حضرت ابن عباسؓ کی بات کو سنت کہہ رہے ہیں۔

ہم نے یہ چار مثالیں بیان کر دی ہیں جو کافی ہیں۔

جواب نمبر ۳:

حضرت ابن عباسؓ کا طریقہ ہے کہ وہ بعض اپنے مختارات میں یعنی جو امورات ان کے

نزدیک مختار اور پسندیدہ ہیں ان پر وہ سنت کا لفظ بولتے ہیں حالانکہ وہ امور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے منافی ہوتے ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا حوالہ:

(۱) علامہ انور شاہ کشمیری نے فیض الباری شرح صحیح بخاری میں **قال لتعلموا انها سنة** کے متعلق لکھا ہے

قلت وهذا من داب ابن عباس رضى الله عنهما انها يطلق على بعض مختاراته لفظ السنة كما فعله فى الاقعاء مع ان ابن عمر صرح بنقيضه و قال ان الاقعاء ليس بسنة.

حضرت عبداللہ بن عباس کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے بعض مختار امور میں سنت کا لفظ بولتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے اقعاء کے مسئلہ میں بولا ہے۔ حالانکہ عبداللہ بن عمر نے ان کے خلاف تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ اقعاء سنت نہیں ہے۔

(فیض الباری شرح صحیح بخاری)

(۲) فیض الباری کے علاوہ آپ کی یہ بات انوار الباری شرح صحیح البخاری مصنف مولانا احمد رضا بجنوری شاگرد و داماد علامہ انور شاہ کشمیری ج ۱۷، ص ۱۴۹ پر بھی موجود ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

رہا یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ یہ (قرأت فاتحہ) سنت ہے تو یہ ان کی عادت (ہے) وہ اپنے مختارات کو سنت کا نام دیتے ہیں انہوں نے تو اقعاء کو بھی سنت کہا ہے۔ (یعنی دو سجدوں کے درمیان ایڑیوں پر بیٹھنا) جب کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے مقابل اور نقیض کی تصریح کی ہے اور فرمایا کہ اقعاء سنت نہیں ہے۔

(۳) مولانا محمد یوسف بنوری اپنے استاذ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے حوالہ سے

فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کبھی کوئی بات اپنی رائے سے کہہ دیتے ہیں اور پھر اسے لفظ سنت سے تعبیر کرتے ہیں۔ معارف السنن شرح ترمذی میں ہے۔

قال شيخنا ومن المعلوم عند المحدثين ان نقل ابن عمر في باب السنة اوثق من نقل ابن عباس رضی الله عنهم فان ابن عباس رضی الله عنهما ربما يقول باجتهاد ورواية ثم يعبر بالسنة قال الحافظ في الفتح (۹-۲۷۵) في باب اذا تزوج الثيب على البكر.

نقلا عن حافظ تقی الدين ابن دقيق العيد ما ملخصه ان قول الصحابی "من السنة" ربما يكون مرفوعا بطريق اجتهادی محتمل على انه فرق بين ما هو في حكم المرفوع وبين ما هو مرفوع.

(معارف السنن شرح ترمذی، ج ۳ ص ۲۶)

علامہ محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ

ترجمہ:...... ہمارے شیخ (علامہ انور شاہ کشمیری) فرماتے ہیں کہ یہ بات محدثینِ کرام کے نزدیک مشہور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جہاں پر لفظ سنت کو نقل کیا ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نقل کردہ لفظ سنت کی نسبت زیادہ مضبوط ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بسا اوقات اپنے اجتہاد اور رائے سے کوئی قول ارشاد فرماتے پھر اس کو سنت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے فتح الباری جلد ۹ ص ۲۷۵ باب اذا تزوج الثيب على البكر (کہ جب کوئی آدمی باکرہ عورت کے اوپر ثیبہ سے نکاح کرلے) میں حافظ تقی الدین ابن دقیق العید سے نقل کر کے جو بات لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابی کا ''من السنۃ'' کہنا بسا اوقات مرفوع کے حکم میں تو ہوتا ہے لیکن بطریق اجتہاد ہوتا ہے، اس میں (دوسرے) معانی کا احتمال بھی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ مرفوع میں اور اس میں جو مرفوع کے حکم میں ہو

فرق ہوتا ہے۔انتھی

ہم یہاں پر اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے حضرت ابن عباسؓ کے کچھ واقعات مثال کے طور پر حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں!

پہلی مثال:

حدیث:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے نہایت ہی گہرے دوست (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تین باتوں کا حکم دیا، اور تین باتوں سے منع کیا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے مرغوں کی طرح ٹھونگیں مارنے (یعنی جلدی جلدی نماز پڑھنے) سے اور (نماز کے اندر) کتے کی طرح بیٹھنے سے اور لومڑی کی طرح ادھر ادھر دیکھنے سے منع فرمایا۔

(مجمع الزوائد ج ۱، ص ۱۷۳، بحوالہ اعلاء السنن مترجم جلد دوم، ص ٦٦، باب النہی عن الاقعاء، مجمع الزوائد مترجم ج ۲، ص ۳۴۹، حدیث نمبر ۲۴۲۵)

اس حدیث ابوہریرہ سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتے کی طرح بیٹھنے کو منع فرمارہے ہیں مگر اس کتے کی طرح بیٹھنے کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سنت کہتے ہیں جیسا کہ مسلم کے اندر ابن عباسؓ کی روایت موجود ہے۔ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن عباسؓ کی روایت:

طاؤس سے روایت ہے کہ ہم نے ابن عباسؓ سے کہا اقعاء کی بیٹھک میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ سنت ہے الحدیث۔

(مسلم مترجم ج۲، ص۱۰۸، کتاب المساجد باب جواز الاقعاء علی الحقبین)

اس حدیث میں ابن عباس اقعاء کو سنت فرمارہے ہیں حالانکہ یہ سنت نہیں ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو منع فرمایا ہے۔اس وجہ سے بطور توجیع بعض علماء کو یہ کہنا پڑا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے بعض مختارات کو سنت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔اس لیے

انہوں نے اقعاء کو بھی سنت کہہ دیا ہے۔ (دیکھئے کبیری ص ۳۴۴)

حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کے خلاف تصریح کی ہے۔

قال ان الاقعاء لیس بسُنة اور کہا ہے اقعاء (کتے کی طرح بیٹھنا) سنت نہیں ہے۔

(فقہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مترجم اردو ص ۱۶۴، المحلی ابن حزم ج ۳ ص ۴۱۴، شرح السنہ بغوی ج ۳ ص ۱۵۶، ص ۴۳۶)

دوسری مثال:

عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ تھا کہ عرفات میں جانے سے قبل طواف نہیں کرنا چاہیے جب کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ طواف کرنے کو سنت کہتے تھے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حدیث:

وبرہ نے کہا کہ میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھے طواف کرنا قبل عرفات میں جانے کے درست ہے؟ ابن عمرؓ نے کہا کہ ہاں اس نے کہا ابن عباسؓ تو کہتے ہیں کہ جب تک عرفات نہ جائے تب تک طواف نہ کرے۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا عرفات میں جانے سے پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول لینا بہتر ہے یا ابن عباس کا اگر سچا ہے تو۔

(مسلم، مترجم علامہ وحید الزمان ج ۳ ص ۲۸۴، کتاب الحج، باب استحباب طواف القدوم للحاج والسعی بعده)

اس حدیث کی شرح میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

اور یہ جو فرمایا ابن عمرؓ نے کہ اگر تو سچا ہو یعنی اگر تو ایمان میں سچا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین سچے طور سے رکھتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول شریف ہوتے ہوئے کسی کے قول کی طرف التفات بھی نہ کر ابن عباسؓ ہوں یا ان کے باپ عباسؓ کیوں نہ ہوں اس سے معلوم ہوا کہ رسول معصوم کا قول ہوتے ہوئے کسی کے قول پر چلنا

خواہ امام ہو یا غیر مجتہد یا اور کوئی پیر و مرشد یہ بچوں کا کام نہیں ہے بلکہ جھوٹے بے ایمانوں کا کام ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سچے طور سے یقین نہیں ہے۔ (نووی، مسلم مترجم ج ۳ ص ۲۸۴)

تیسری مثال:

حضرت ابن عباسؓ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جس شخص نے حج یا عمرے کا احرام باندھا اور اس نے عرفات جانے یا دیگر ارکان حج اور عمرہ ابھی ادا نہیں کیے وہ صرف طواف قدوم کرنے سے حلال ہوسکتا ہے یعنی احرام سے نکل سکتا ہے اور اپنے اس فتوے کو نبی کی سنت کہتے تھے۔ جب کہ ان کی یہ بات سنت کے خلاف تھی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ہم پہلے ابن عباسؓ کا فتویٰ نقل کریں گے بعد میں دیگر صحابہ کرامؓ کی رائے پیش کریں گے۔

ابن عباسؓ کا فتویٰ:

مسلم شریف مترجم علامہ وحید الزمان ج ۳ ص ۲۹۴، **کتاب الحج، باب قوله لابن عباس ما هذه التفنيا التى قد تشغفت او تشغبت بالناس** میں ہے۔

قتادہ نے کہا میں نے ابوحسان اعرج سے سنا ہے کہ ایک شخص نے ہجیم کے قبیلہ سے کہا اے ابن عباسؓ یہ کیا فتویٰ آپ دیتے ہیں جس میں لوگ مشغول ہورہے ہیں یا جس میں لوگ گڑبڑ کررہے ہیں کہ جس نے طواف کیا بیت اللہ کا (یعنی حاجیوں میں سے اور اس طواف سے طواف قدوم مراد ہے) سو وہ حلال ہوگیا تو انہوں نے فرمایا یہ سنت ہے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اگرچہ تمہاری ناک خاک میں بھرجاوے۔ (یعنی تمہارے خلاف ہو تو ہوا کرے)

ابن عباسؓ کے اس قول کے متعلق علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

ف ۸۲: نووی نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب بھی یہی ہے کہ حاجی بھی جب طواف کرے بیت اللہ کا تو اس کو عمرہ کر کے احرام کھول ڈالنا چاہیے۔ اور یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب جمہور کے خلاف ہے، سلف ہوں خواہ خلف اس لیے کہ تمام

علماء کا قول یہ ہے کہ حاجی بجز دطواف حلال نہیں ہوتا بلکہ جب تک وقوف عرفات اور رمی جمار اور حلق اور طواف زیارت سے فارغ نہ ہو وہ محرم ہے اور تین چیزوں کے بجا لانے سے دونوں طرح کا حل حاصل ہوتا ہے یعنی پورا کہ سب چیزیں حلال ہو جاوے۔

(مسلم مترجم ج ۳ ص ۲۹۵)

چوتھی مثال:

طواف کے اندر رمل کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور صحابہ کرام سے بھی اور جمہور امت اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں لیکن ابن عباسؓ اس کو سنت نہیں مانتے دیکھئے جب رمل کے سنت ہونے کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا صدقوا و کذبوا (مسلم ج۱ ص ۴۱۱، کتاب الحج، باب استحباب الرمل فی الطواف)

اس کی شرح میں امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

هو مذهبه و خالفه جميع العلماء من الصحابة و التابعين و اتباعهم و من بعدهم و قالوا هو سنة. (نووی شرح مسلم ج۱ ص ۴۱۱)

یہ ان (ابن عباسؓ) کا مذہب ہے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ان کے بعد کے علماء سب نے ان (ابن عباسؓ) کی مخالفت کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ سنت ہے۔

علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب ہے کہ رمل جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ضرورت کے سبب سے تھا کہ کفار پر ناتوانی مسلمانوں کی ظاہر نہ ہو۔ اب رفع ضرورت کے سنت نہ رہا مگر جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک ہمیشہ سنت ہے۔

(مسلم مترجم جلد ۳ ص ۳۰۷)

اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اس بارے میں اپنا ایک نظریہ ہے

دیکھئے جو چیز بالاتفاق سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس کو سنت نہیں سمجھتے۔ اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی صحیح حدیث کے ساتھ ثابت نہیں ہے جیسے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا اس کو سنت قرار دے رہے ہیں۔ اس لیے جب صحابی مطلق لفظ سنت کہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کام کسی صحیح حدیث سے ثابت نہ ہو۔ اس سے سنت نبوی مراد نہیں لیا جاسکتا۔

جواب نمبر۴:

اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے مگر علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ایک حدیث حضرت ابن عباسؓ سے ہی نقل کرتے ہیں جس میں سورۃ فاتحہ کا ذکر نہیں ہے وہ حدیث مندرجہ ذیل ہے

اخرجه عمر بن شبه فی کتاب مکة من طریق حماد عن ابی حمزة عن ابن عباس قلت له تصلی فی الجنازة تسبیح وتکبیر ولا ترکع ولا تسجد ثم عند ارکان البیت تسبیح وکبر وتضرع واستغفر ولا ترکع وتسجد وسنده صحیح. (فتح الباری ج ۳ ص ۳۷۶ نسخۃ الاخری، دوسرا طبع ج ۴ ص ۲۱۵)

اس حدیث کو عمر بن شبہ کتاب مکہ میں بطریق حماد نقل کرتے ہیں کہ ابوحمزہ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ بیت اللہ میں کیسے نماز پڑھوں تو انہوں نے فرمایا کہ اس طرح پڑھ جس طرح نماز جنازہ کی پڑھتا ہے کہ تسبیح اور تکبیر کہہ اور رکوع و سجود نہ کر پھر بیت اللہ کے ارکان کے پاس تسبیح وتکبیر کہہ اور عاجزی اور استغفار کر رکوع اور سجدہ نہ کر اور سند اس کی صحیح ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ حضرت ابن عباسؓ جب ابوحمزہ کو نماز جنازہ بتاتے ہیں تو اس میں وہ سورۃ فاتحہ کا ذکر نہیں کرتے حالانکہ یہ تعلیم کا موقعہ ہے تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک سورۃ فاتحہ جنازہ میں پڑھنا فرض نہیں ہے اور نہ ہی سنت موکدہ ہے ورنہ وہ ضرور ان کو بتادیتے۔

لہٰذا ابن عباسؓ سے دو باتیں کتابوں میں موجود ہیں ایک میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ذکر ہے اور ایک میں سورۃ فاتحہ کا ذکر نہیں اگر ہم پہلی روایت کو تسلیم بھی کر لیں تو دونوں میں تطبیق ممکن ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ کبھی پڑھ لیتے ہوں گے اور کبھی نہیں پڑھتے ہوں گے۔

پڑھنا بطور ثناء ہوگا اور نہ پڑھنا بطور قرأت ہوگا۔ اگر اس طریقہ کو اختیار کیا جائے تو دونوں قسم کی روایتوں پر عمل ہوگا ورنہ ایک پر عمل ہوگا اور دوسری کو چھوڑنا پڑے گا۔

جواب نمبر ۵:

اگر اس روایت کو تسلیم بھی کر لیں تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ایک جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی اور یہ ان کا اپنا فعل ہے۔ اس سے غیر مقلدین کو کیا فائدہ کیونکہ ان کے نزدیک صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال حجت ہی نہیں۔

(۱) نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

علامہ شوکانی در مولفات خود هزار بارى نویسد که در موقوفات صحابه حجت نیست (دلیل الطالب ص ۶۱۷)

علامہ شوکانی اپنی تالیفات میں ہزار مرتبہ لکھتے ہیں کہ صحابہؓ کے موقوفات حجت نہیں۔

(۲) نواب نور الحسن بن نواب صدیق حسن لکھتے ہیں:

در اصول متقرر شده که قول صحابی حجت نیست (عرف الجادی ص ۱۰۱)

اصول میں یہ بات طے ہوگئی ہے کہ صحابہ کا قول حجت نہیں۔

(۳) نواب نور الحسن مزید لکھتے ہیں:

واجتهاد صحابه بر احدے از امت حجت نه باشد (عرف الجادی ص ۲۰۷)

صحابہ کا اجتہاد امت میں سے کسی فرد پر حجت نہیں۔

(۴) غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

رابعاً یہ کہ لو فرضنا تو یہ حضرت عائشہؓ اپنے فہم سے فرماتی ہیں۔ اور فہم صحابہ حجت شرعی نہیں ہے کما ثبت فی اصول الحدیث

(فتاوی نذیریہ ج۱، ص ۶۲۲، مطبع نور اکیڈمی سرگودھا)

ایسے حوالے تو بہت ہیں مگر ہم نے ان کے بڑوں کے حوالہ نقل کر دیے ہیں۔

دلیل نمبر۵:

اخبرنا قتیبة، قال: حدثنا اللیث، عن ابن شهاب، عن ابی امامة، انه قال: السنة فی الصلاة علی الجنازة ان یقرأ فی التکبیرة الاولی بام القرآن مخافتة، ثم یکبر ثلاثا والتسلیم عند الاخرة.

ہمیں قتیبہ نے خبر دی، قتیبہ کہتے ہیں ہمیں لیث نے بیان کیا ابن شہاب سے وہ ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں ام القرآن آہستہ پڑھی جائے پھر تین تکبیریں کہے اور آخری تکبیر پر سلام۔

(نسائی ص۳۲۲)

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا سنت ہے کیونکہ حضرت ابوامامہ فرمار ہے ہیں کہ یہ سنت ہے اور صحابی جب یہ کہے کہ یہ سنت ہے تو اس سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوتی ہے۔ اس حدیث کے کئی جواب ہیں۔

جواب نمبر۱:

راوی حدیث حضرت ابوامامہؓ معروف صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوامامہ باہلی نہیں ہیں بلکہ یہ اور شخص ہیں جو انہی کی کنیت سے معروف ہیں ان کے متعلق صاحب مشکوۃ اکمال فی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں:

۲۹۔ ابوامامہ انصاری: یہ ابوامامہ سعد ہیں۔ سہل بن حنیف انصاری اوسی کے بیٹے۔ یہ اپنی

کنیت سے زیادہ مشہور ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال قبل پیدا ہوئے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ان کا نام ان کے نانا سعد بن زرارہ کے نام پر اور ان کی کنیت بھی ان کی ہی کنیت پر تجویز فرمائی گئی تھی۔ یعنی نام بھی نانا کے نام پر اور کنیت بھی نانا کی کنیت پر۔ یہ بوجہ کم عمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سن سکے اسی لیے بعضوں نے ان کا ذکر صحابہ کے بعد کے لوگوں میں کیا ہے۔ اور ابن عبدالبر نے ان کو منجملہ صحابہ ثابت کر کے فرمایا ہے کہ وہ مدینہ میں بڑے تابعین میں بڑے علماء میں سے تھے اپنے والد اور ابو سعیدؓ وغیرہما سے انہوں نے احادیث سنیں اور ان سے بہت لوگوں نے روایات کی ہیں۔ ۱۰۰ھ میں وفات ہوئی اور آپ کی عمر ۹۲ سال ہوئی۔

(اکمال فی اسماء الرجال، اردو شامل مشکوٰۃ مترجم ج ۳، ص ۲۹۹۔۳۰۰)

ہم نے یہ تعارف اس وجہ سے نقل کیا ہے کہ بعض غیر مقلد علماء نے ان کو ابوامامہ باہلی لکھا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

بعض مورخین کے نزدیک انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف رویت نصیب ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت وہ صرف دو سال کے لگ بھگ تھے اگرچہ براہ راست انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں سنی یہ روایت بھی انہوں نے کسی صحابی کے واسطے سے لی ہے۔ لیکن بلا واسطہ بیان فرما دی ہے محدثین کے نزدیک اسے مرسل صحابی کہتے ہیں اور ایسی روایت غیر مقلدین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔

اور اس روایت میں سورۃ فاتحہ آہستہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ نیز اس میں یہ بھی ہے کہ پھر تین تکبیریں کہیں درود شریف دعا وغیرہ پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی ان تین تکبیروں کو الگ الگ کر کے کہنے کا ذکر ہے بلکہ حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ تین تکبیریں اکٹھی کہی گئیں تھیں پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیا لہٰذا غیر مقلدین کا تو خود اس حدیث پر عمل نہیں ہے۔

جواب نمبر۲:

یہ حدیث حضرت ابوامامہ کی اس حدیث کے خلاف ہے جو مستدرک حاکم ج۱ص ۳۶۰ میں آئی ہے۔ جس میں کئی حضرات صحابہ کرام سے نقل کیا گیا ہے کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تکبیر اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پھر میت کے لیے خالص دعا مغفرت کی جائے بلکہ اسی حدیث میں حضرت ابوامامہ خود اس ترتیب کو سنت کہہ رہے ہیں۔ اس حدیث میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ وہ مکمل حدیث یہ ہے:

حدیث:

عن ابی شهاب قال اخبرنی ابو امامه بن سهل بن حنیف و کان من کبراء الانصار وعلماء هم وابناء الذین شهدوا بدرًا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم اخبره رجال من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الصلٰوة علی الجنازة ان یکبر الامام ثم یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ویخلص الصلٰوة فی تکبیرات الثلاث ثم یسلم تسلیمًا خفیًا حین ینصرف والسنة ان یفعل من ورائه مثل ما فعل امامة قال الزهری حدثنی بذالك ابو امامة وابن المسیب یسمع فلم ینکر ذلك علیه قال ابن الشهاب فذکرت الذی اخبرنی ابو امامة من السنة فی الصلوة علی المیت لمحمد بن سوید قال وانا سمعت الضحاك بن قیس یحدث عن حبیب بن مسلمة فی صلٰوة صلاها علی المیت مثل الذی حدثنا ابو امامة هذا حدیث صحیح علی شرط شیخین وقال الذهبی علی شرطهما. (مستدرک حاکم ج۱ص۳۶۰)

ترجمہ: حضرت ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابوامامہ نے خبر دی اور وہ انصار کے بڑوں سے تھے اور ان کے علماء میں سے تھے اور ان کی اولاد میں سے تھے

جو جنگ بدر میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے حضرت ابو امامہ کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ نے خبر دی نماز جنازہ کی کہ امام تکبیر کہے تو پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور خالص دعا کرے تینوں تکبیروں میں پھر سلام آہستہ کہے جب نماز سے پھرے اور سنت یہ ہے کہ مقتدی وہ کرے جو امام نے کیا ہے حضرت امام زہری فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو امامہ بتا رہے تھے اور حضرت ابن میسّب سن رہے تھے مگر انہوں نے انکار نہ کیا حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں کہ میں نے ذکر کیا اس کا جس کی مجھے خبر دی ابوامامہ نے جو نماز جنازہ میں سنت ہے واسطے حضرت محمد بن سوید کے تو انہوں نے فرمایا میں نے سنا حضرت ضحاک بن قیس سے وہ بیان کرتے ہیں حضرت خبیب بن مسلمہ سے اس نماز میں جو انہوں نے پڑھی تھی میت پر مثل اس کے جس کی حضرت ابوامامہ نے خبر دی اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط پر اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے بخاری و مسلم کی شرط پر۔

اگر اس نسائی کی روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو حضرت ابوامامہ سے دونوں چیزیں ثابت ہوئیں نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا اور نہ پڑھنا۔

اب کس پر عمل کرنا ہے اور کس پر نہیں یہ نہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے اور نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے نزدیک ان دونوں باتوں میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ سورۃ فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا بطور ثنا کے ہو اور نہ پڑھنا بطور قرأت کے ہو اور یہی طریقہ درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس طرح دونوں قسم کی روایتوں پر عمل ممکن ہے ورنہ ایک روایت کو ترک کرنا پڑے گا۔

جواب نمبر۳:

یہاں پر سنت سے مراد طریقہ مسلوکہ ہوگا نہ کہ اصطلاحی سنت اگر چہ سنت کا لفظ بعض شوافع

کے نزدیک مرفوع اور مسند حدیث کے حکم میں ہے جیسا کہ فتح الباری ج ۳ ص ۴۴۷، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۰، تدریب الراوی ص ۱۱۲، اور شرح نخبہ الفکر ص ۷۹ وغیرہ کتابوں میں مذکور ہے لیکن خود امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں ایک شافعیوں کے مطابق اور ایک حنفیوں کے مطابق پھر اس بات میں اختلاف بھی مشہور ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

مع ان الخلاف عن اهل الحديث وعند الاصولين شهير.
(فتح الباری ج ۳، ص ۴۴۷)

ترجمہ: اس میں حضرات محدثین کرام اور اصولین کے نزدیک اختلاف مشہور ہے۔

اور حافظ ابن حجر ہی لفظ سنت کے بالاتفاق مرفوع ہونے کے بارے لکھتے ہیں:

وفي نقل الاتفاق نظر فعن الشافعي في اصل المسئلة قولان وذهب الى انه غير مرفوع وابوبكر الصير في من الشافعية وابو بكر الرازى من الحنيفة لابن حزم من اهل الظاهر اھ (شرح نخبۃ الفکر ص ۷۹)

ترجمہ: اور اتفاق نقل کرنے میں کلام ہے کیونکہ اصل مسئلہ میں حضرت امام شافعی کے دو قول ہیں (قول قدیم میں اس کو مرفوع اور قول جدید میں غیر مرفوع کہتے ہیں) اور امام ابوبکر صیرفی شافعی اور امام ابوبکر رازی جصاص حنفی اور امام ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ مرفوع نہیں ہے۔

اور علامہ انور شاہ کشمیری کی تقریر العرف الشذی شرح ترمذی میں امام شافعی سے روایت بیان کی گئی ہے کہ بسا اوقات صحابی سے لفظ سنت کا ملتا ہے لیکن اس کے تحت کوئی مرفوع حدیث نہیں ہوتی بلکہ صحابی کا اپنا اجتہاد اور استنباط ہوتا ہے مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمایئے:

وروى عن الشافعي أنه قال ربما نجد لفظ السنة من الصحابى ولكنه لايكون مذكور تحته، مرفوعاً بل استنباطه و اجتهاده (العرف الشذی ص ۳۵۰)

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ہم لفظ سنت کا صحابی سے پاتے ہیں لیکن اس کے نیچے جو مذکور ہوتا ہے وہ مرفوع نہیں ہوتا بلکہ صحابی کا اپنا استنباط اور اجتہاد ہوتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

وقال بعضهم انه يحتمل سنة الصحابه و سنة الخلفاء الراشدين فان السنة يطلق عليه. (مقدمہ مشکوۃ ص ۵)

اور بعض حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ احتمال یہ ہے کہ یہ سنت حضرات صحابہ کرام اور سنۃ خلفاء راشدین ہو کیونکہ سنت کا اطلاق اس پر بھی کیا جاتا ہے۔

تو واضح ہو گیا کہ یہ قاعدہ ہی مختلف فیہا ہے تو یہ کیسے قطعی طور پر اس سے ثابت ہو گا کہ اس سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہے، ورنہ جیسے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوامامہؓ نے سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کو سنت کہا ہے اسی طرح حضرت ابوامامہؓ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ سے ثابت ہو چکا کہ انہوں نے نماز جنازہ میں صرف تکبیر اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور میت کے لیے دعا مغفرت کو بھی سنت کہا ہے جس میں سورۃ فاتحہ کا ذکر تک نہیں کیا۔ اگر وہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو یہ بھی سنت ہی ہو گی لہٰذا اس سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں ہی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاحی سنت ہوں اور یہ محال ہے تو لازمی بات ہے کہ ان میں سے ایک ہی امر سنت اصطلاحی ہو گا اور وہ یہ کہ سورۃ فاتحہ جنازہ میں نہ پڑھی جائے کیونکہ قرأت کا تعلق ایسی نماز سے ہوا کرتا ہے جو رکوع وسجدہ والی ہو۔

لہٰذا بہتر طریقہ تطبیق کا یہی ہے کہ حضرت ابوامامہ کی جس روایت میں یہ آتا ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا سنت ہے تو اسے بطور ثناء سمجھا جائے اور جس روایت سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے سورۃ فاتحہ جنازہ میں نہیں پڑھی تو وہ بطور قرأت ہو، اس صورت میں دونوں قسم کی

احادیث پر عمل کرنا ممکن ہوگا ورنہ ایک قسم کی احادیث چھوڑنا ہوگی، اہل علم کا تو یہی طریقہ ہے جس میں تمام احادیث پر عمل ممکن ہو، باقی عوام کی بات ہی نرالی ہے ان کو معذور سمجھنا چاہیے، اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے۔ قرآن مجید کے بطور قرأت یا بطور ثناء و دعا پڑھنے میں فرق بہت ہے۔

ایک غیر متعلقہ دلیل جس کا نماز ہ جنازہ سے کوئی تعلق نہیں

دلیل نمبر ۶:

حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحه الکتاب (بخاری شریف ج۱ ص۱۰۴)

ترجمہ: کہ جس نے فاتحہ الکتاب نہ پڑھی، اس کی نماز نہیں۔

استدلال:

چونکہ یہ حدیث عام ہے سب نمازوں کو شامل ہے لہٰذا نماز جنازہ بھی نماز ہے تو اس کو بھی شامل ہوگی اور اس کے حکم میں داخل ہو جائے گی۔

جواب:

ان کا یہ استدلال باطل ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے جو راوی حضرت عبادہ بن صامتؓ ہیں وہ نماز جنازہ کو مذکورہ حدیث کے حکم سے خارج مانتے ہیں اور اس کا مصداق و محمل نہیں سمجھتے، اگر وہ نماز جنازہ کو اس کا مصداق مانتے تو نماز جنازہ میں ضرور سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہوتے لیکن ایسا نہیں کیونکہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ نماز جنازہ کیسے ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ تکبیر اور جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور میت کے لیے دعا مغفرت ہے جیسے باب اول میں گزر چکا ہے تو جب راوی حدیث حضرت عبادہ بن الصامتؓ یہ سمجھتے ہیں کہ نماز جنازہ اس کے حکم میں داخل نہیں اور نہ ہی

یا اس کا مصداق ہے تو دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے، کہ خواہ مخواہ غیر متعلق حدیث کے حکم میں داخل کرے یا اس کا مصداق بنا کر فتوے صادر کرتا پھرے کہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے گا اس کی نماز جنازہ بے کار اور باطل ہے۔

حالانکہ حضرات محدثین کا قانون ہے کہ جو حدیث کا راوی ہو وہ دوسروں سے حدیث کی مراد کو زیادہ سمجھتا ہے اور یہ قانون غیر مقلدین حضرات کو بھی تسلیم ہے۔

اُن کے بزرگ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری ارشاد فرماتے ہیں:

راوی الحدیث ادری بمراد الحدیث من غیرہ. (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۵۷)

ترجمہ: حدیث کا راوی دوسروں کی نسبت حدیث کی مراد کو زیادہ جانتا ہے۔

مگر صد افسوس ہے کہ غیر مقلدین حضرات حضرت عبادہ بن صامتؓ کی جو صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور مذکورہ حدیث کے راوی بھی ہیں بات کو نہ مانیں گے اور ان کے مقابلہ میں حضرت امام بخاری اور علامہ شوکانی کی تقلید ضرور کریں گے۔

یہ امر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ نماز جنازہ درحقیقت میت کے لیے دعا مغفرت ہے مجازاً اس کو نماز کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں نہ تو رکوع ہے اور نہ ہی سجدہ ہے اور کامل نماز وہ ہوا کرتی ہے جس میں رکوع اور سجدہ ہو لہٰذا مذکورہ حدیث نماز جنازہ کو شامل نہیں ہو سکتی۔

دفاع احناف لائبریری ایپ پلے سٹور سے ڈاؤنلوڈ کریں